THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Wednesday, June 15, 2011
(71st Session)
Volume IV, No. 09
(Nos.1-16)

CONTENTS

		Pages
1	Recitation from the Holy Quran……………………………….	1
2	Points of Order; Inquiry Commission for Journalists …………	2-9
3	*Fatwa* against a Senator………………………………………..	10-31
4	Resolution against the *Fatwa*………………………………….	32
5	Finance Bill, 2011; Winding up Speech of Finance Minister…………………………………………………..…	33-48
6	Condonation of Delay and Presentation of Report…………….	49

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume IV No. 09 SP. IV (09)/2011 130

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Wednesday, June 15, 2011

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at fifteen minutes past eleven in the morning with Mr. Acting Chairman (Mr. Jan Muhammad Khan Jamali) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ۔ وَاِذْ
نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ
وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔

ترجمہ: اور جو لوگ کتاب (الہی) کو مضبوط پکڑے رہتے ہیں اور نماز (پابندی سے) قائم رکھتے ہیں (تو) بے شک ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ اور (وہ وقت یاد کیجیئے) جب ہم نے ان کے اوپر پہاڑ کو (یوں) بلند کر دیا جیسا کہ وہ (ایک) سائبان ہو اور وہ (یہ) گمان کرنے لگے کہ ان پر گرنے والا ہے (سو ہم نے ان سے فرمایا ڈرو نہیں بلکہ) تم وہ (کتاب) مضبوطی سے (عملاً) تھامے رکھو جو ہم نے تمہیں عطا کی ہے اور ان (احکام) کو (خوب) یاد رکھو جو اس میں (مذکور) ہیں تا کہ تم (عذاب سے) بچ جاؤ۔

سورۃ الاعراف (آیات نمبر 170 تا 171)

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ جی۔ آج leave applications نہیں ہیں۔ سرکاری کارروائی ہے، اس کو 10 minutes میں مکمل کر لیں، یہ ایک ایسا معاملہ ہے، میرا دل آپ کے ساتھ ہے، زبان آپ کے پاس ہے اور دل میرے پاس ہے، یہ سرکاری کارروائی مکمل کرنے دیں۔ کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی! please move item No.2. یہ سرکاری کارروائی ہے، نہیں، نہیں اس کی اہمیت ہو گی، اس کی اہمیت کو کبھی بھی ختم نہیں ہونے دیں گے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: آج صحافی پارلیمنٹ کے سامنے احتجاج کر رہے ہیں، اب تک تقریباً 74 صحافیوں کو شہید کیا گیا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میرے خیال میں 48 ہیں، 48 لکھا ہوا ہے۔

Points of Order

Inquiry Commission for Journalists

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! وہ کہتے ہیں کہ Supreme Court کے جج کی نگرانی میں ایک کمیشن بنے، تو یہ کمیشن بنانا اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ میں Treasury Benches میں ہوں، Leader of the House تشریف رکھتے ہیں، کوئی وزیر یہاں پر موجود نہیں ہے، جو شخص شہید ہوا ہے، اس کے ساتھی یہ کہتے ہیں کہ ہماری تسلی تب ہو گی جب Supreme Court ایک کمیشن بنائے، وہ تحقیقات کرے۔ اس میں کیا حرج ہے اور یہ کونسی بڑی بات ہے؟ آپ صحافیوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ پارلیمنٹ کے سامنے دو دن احتجاج کریں۔ میں آپ اور Leader of the House کی وساطت سے کہوں گا کہ عوامی نیشنل پارٹی ان کے مطالبے کو بالکل support کرتی ہے، ہم ان کے احتجاج میں حاضری بھی دیں گے لیکن ہم اپنی حکومت سے استدعا کرتے ہیں کہ اس مطالبے کو تسلیم کیا جائے اور Supreme Court کے کسی جج کی سربراہی میں ایک کمیشن بنایا جائے۔ Thank you جی۔

سینیٹر عبدالحسیب خان: جناب چیئرمین! مجھے اسی سلسلے میں ایک بات کرنی ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب عبدالغفور حیدری صاحب کو موقع دیا جاتا ہے، نہیں، ان کی جو position ہے، میرے چیئرمین کے Leader of the Opposition ہیں، ان کو بولنے دیں۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری (قائد حزب اختلاف): شکریہ جناب چیئرمین۔ میں نے اس مسئلے کو اٹھانا تھا لیکن آپ نے فرمایا کہ کچھ کارروائی ہے، پہلے اس کو کر لیں تو میں اس کے بعد بات کروں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میں حاجی عدیل صاحب کو اس عمر میں دکھی نہیں کرنا چاہتا، ان کی طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں رہتی۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: میں نے سوچا کہ آپ اب مہربانی فرمائیں گے۔ بہر کیف یہ ایک بڑا حساس مسئلہ ہے، اب تک 71 یا 74 صحافی شہید کئے گئے ہیں اور اسی طرح باقی بھی غیر محفوظ ہیں۔ انہوں نے کل اعلان کیا ہے کہ آج سے 24 گھنٹوں کے لیے وہ پارلیمنٹ کے سامنے دھرنا دیں گے۔ میرے خیال میں حکومت نے کسی کمیشن کا اعلان بھی کیا ہے لیکن صحافیوں کا موقف یہ ہے کہ high level senior judge پر مشتمل تحقیقاتی کمیشن قائم کیا جائے اور یہ ہونا بھی چاہیے تاکہ وہ مطمئن ہوں۔ اسی طرح جن صحافیوں نے درخواستیں دی ہیں کہ ہمیں security فراہم کی جائے، میں نے کل بھی گزارش کی تھی اور آج اس بات کو پھر دہرا رہا ہوں کہ ان کو security فراہم کی جائے۔ بہر حال، security کا مسئلہ پورے ملک کا ہے۔ اس وقت پوری قوم عدم تحفظ کا شکار ہے۔ پورے ملک میں ایک مایوسی پھیلی ہوئی ہے، آئے روز بم دھماکے ہو رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو سکتا ہے حکومت کو اقدامات کرنے چاہییں۔ اس حوالے سے ایک senior judge کی قیادت میں اعلیٰ سطحی کمیشن قائم ہونا چاہیے تاکہ ان کو تسلی اور تشفی ہو اور ان کا پارلیمنٹ کے سامنے احتجاج بھی ختم ہو۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کا شکریہ۔ جی، اس پر آتا ہوں اور اس پر remarks دیتا ہوں۔ جناب عبدالحسیب خان صاحب بات کر لیں، ان کے بعد بگٹی صاحب بات کریں گے اور ان کے بعد Leader of the House بولنا چاہتے ہیں۔ طاہر مشہدی صاحب! آپ اس پر motion move کریں گے؟

سینیٹر عبدالحسیب خان: ابھی جو باتیں کی گئیں، میں ان کی continuation میں بات کروں گا۔ جناب چیئرمین صاحب! میں نے کل بھی درخواست کی تھی کہ رحمٰن ملک صاحب کو آج کے اجلاس میں بلایا جائے اور نوید قمر صاحب کو بھی بلایا جائے۔ میں نے بڑی وضاحت سے بتایا تھا کہ کراچی میں آگ لگانے کی تیاری کی جا رہی ہے اور میں نے یہ الزام دونوں پر عائد کیا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میں سمجھا ہوں کہ آپ صحافی کی بات کر رہے ہیں۔ کراچی میں بھی صحافی کو دھمکی ملی ہے۔

سینیٹر عبدالحسیب خان: جناب! جی ہاں، صحافی کی بات ہوئی ہے۔ جناب چیئرمین صاحب! کراچی میں ہو یا پورے پاکستان میں کہیں پر ہو یا جو ہمارے صحافی بھائیوں کے ساتھ خروٹ آباد میں ہوا تھا، ہم نے ہمیشہ نتائج پر بحث کی ہے، واقعہ ہونے کے بعد کیا لوگ شہید ہو جاتے ہیں، ہم اس پر بات کرتے ہیں۔

میں نے بتایا تھا کہ ہم ہنگاموں کی تیاری کر رہے ہیں اور مزید کچھ اور لوگ شہید ہو جائیں گے۔ کراچی میں ایک بڑا خوفناک طوفان آنے والا ہے۔ میں نے اس کی نشاندہی کی تھی اور میں نے اس طوفان کے لیے کہا تھا کہ کیا Government اس کی حصہ دار ہے؟ میں نے رحمٰن ملک صاحب اور نوید قمر پر الزام لگایا تھا کہ وہ اس کو ہوا دے رہے ہیں کیونکہ کوئی جواز نہیں ہے، ہم Parliamentarians سمجھدار لوگ ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ہماری کوئی عزت نہیں ہے جیسی Parliamentarians کی عزت ہونی چاہیے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: نعوذ باللہ، ایسا نہ کہیں۔

سینیٹر عبدالحسیب خان: جناب چیئرمین صاحب! میں record پر لانا چاہتا ہوں کہ میری وہ عزت نہیں ہے جو سینیٹر بننے سے پہلے تھی، ہمیں Secretary telephone نہیں کرتا، ring back نہیں کرتا، اس مسئلے پر میں بعد میں بات کروں گا۔ میں اس وقت ایک بہت important بات کر رہا ہوں، میں نے رحمٰن ملک صاحب پر الزام لگایا تھا کہ KESC کے 3800 لوگ سڑکوں پر ہیں اور ایک KESC management کی ہے جس میں گورنمنٹ کی share holding 28% ہے، یہ ان دونوں کو بٹھا کر مسئلہ حل نہیں کر سکتے جو صرف ایک گھنٹے کا کام ہے۔ 38 دن ہو گئے، میں نے کل کہا تھا ہر محلے میں بجلی کے transformers جلا دیے گئے، PMT جلا دیے گئے۔ وہاں پر ہنگامہ آرائی ہو رہی ہے، لوگ مر رہے ہیں، 38 دن ہو گئے ہیں اور آپ نے ان کو بٹھا کر مسئلہ حل نہیں کیا، میں یہ کہہ رہا ہوں کہ 3800 لوگ ہیں، ان کو بٹھا کر Management فیصلہ کرے کیونکہ حکومت ہی فیصلہ کرے گی، KESC فیصلہ نہیں کرے گی، KESC ظلم کر رہی ہے تو KESC کو کون روکے گا، اس کو حکومت روکے گی۔ میں آپ سے پھر درخواست کر رہا ہوں کہ خدا کے واسطے نوید قمر صاحب کو بلائیں، رحمٰن ملک

صاحب کو بلائیں اور ان کو بتائیں کہ وہ اس کھیل میں کیوں شریک ہیں، میں الزام لگا رہا ہوں۔ آپ کی بہت مہربانی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ جی۔ لگتا ہے ، رحمٰن ملک صاحب کہہ رہے ہیں کہ "اللہ ہی اللہ کیا کرو، غم نہ کسی کو دیا کرو"، وہ اس پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ جی بگٹی صاحب۔

سینیٹر شاہد حسن بگٹی: جناب چیئرمین صاحب**!** شکریہ۔ جناب**!** پہلے حاجی عدیل صاحب اور مولانا عبدالغفور حیدری صاحب نے صحافی برادری کا مسئلہ اٹھایا ہے، میں اس حوالے سے بات کرنا چاہتاہوں۔ میرے خیال میں صحافی برادری ہمیشہ اپنی ذمہ داری پوری نیک نیتی سے انجام دیتی آرہی ہے، وہ ایک کڑوا سچ قوم کے سامنے لائے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ریاستی ادارے ان کے دشمن بن گئے ہیں تو ان کو تحفظ دینا نہایت ضروری ہے۔ یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کو تحفظ کون دے گا؟ جو تحفظ پر مامور ہیں وہی ان کے جان کے دشمن بن گئے ہیں۔ جن کی آئین کے تحت ملک کے ہر شہری کو تحفظ دینا ذمہ داری ہے جب وہ ہی ہمارے، عوام اور ہماری صحافی برادری کے دشمن بن جائیں تو اب مسئلے کو کیسے حل کریں گے؟

جناب**!** ہمارے بھائی کوئٹہ کے صحافی جمال ترکئی ہیں، ان کے الفاظ تھے کہ مجھے چند دنوں سے اتنا ذلیل و خوار کیا جا رہا ہے، مجھ پر اتنا دباؤ آرہا ہے، جس طریقے سے اس کو تھانے میں بند کر کے مارا پیٹا گیا، اس کے یہ الفاظ تھے کہ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ مجھے موت دے دے۔ جناب**!** اگر لوگ اس ملک میں ایسی خواہشیں کرنے لگیں تو پھر یہ پارلیمنٹ اور ادارے کس کام کے لیے ہیں؟

جناب**!** میں ایک دوسرے نکتے پر بات کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے آج صبح T.V پر دیکھا ہے، tickers چل رہے تھے کہ پنجاب کے ایک۔۔۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اس مسئلے کو علیحدہ لیتے ہیں، وہ اس لیے کہ بابر اعوان صاحب موجود ہیں، میں اس بات پر آرہا ہوں، میں نے آنے سے پہلے Leader of the House کو بھی اعتماد میں لیا ہے، میرے ایک سینیٹر سے متعلق بات کی گئی ہے۔

سینیٹر شاہد حسن بگٹی: جناب**!** میرے colleague Senator ہیں، مجھے ایک منٹ کے لیے بولنے دیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: چلیں بولیں، میں اس کو صحافیوں سے علیحدہ take up کرنا چاہتا تھا۔

سینیٹر شاہد حسن بگٹی: جناب! میں یہ گزارش کرناچاہتاہوں، وہ بھی ایک public elected نمائندے ہیں، انہوں نے ہمارے اس House کے honourable Senator کے بارے میں remarks دیے ہیں جو انتہائی قابل مذمت ہیں۔ سیاست رواداری کا نام ہے، اگر اشخاص اس قسم کے statements دینے لگ جائیں گے تو یہ کوئی اچھی مثال نہیں ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم لوگوں کے لیے ایک اچھی مثال قائم کریں، ایک اچھی روایت قائم کریں۔ مجھے افسوس ہوتا ہے کہ وہ وزیر قانون ہوتے ہوئے غیر قانونی باتیں کررہے ہیں، honourable Senator کو چھوڑیں، وہ ایک عام شہری پر فتویٰ جاری نہیں کرسکتے،وہ کس قانون کے تحت کہتے ہیں، سینیٹر بابر اعوان صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، کہ بابر اعوان واجب القتل ہیں۔ میں سمجھتاہوں کہ یہ ہمارے پورے House کی توہین ہے اور ہمیں collectively ان کی اس statement کی مذمت کرنی چاہیے۔ .Thank you

جناب قائم مقام چیئرمین: اگر مجھے اجازت دیں تو میں آپ کے لیے آسانی کرتا ہوں۔ سواتی صاحب! مجھے Senators کی feelings نظر آرہی ہیں، I can see it in your faces, Leader of the House تھوڑی سی بات کرلیں، Leader of the House کو بات کرنے دیں پھر ہم اس طرف آتے ہیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری (قائد ایوان): جناب! گزارش یہ ہے کہ جو بابر اعوان صاحب کا issue ہے، اس کو club نہ کیاجائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اس کو club نہ کریں، اس کو علیحدہ کریں اور صحافیوں کے issue کو علیحدہ کریں کیونکہ ان دونوں issues کا impact ختم ہوجائے گا۔ اب میرے دوست بگٹی صاحب نے clubbing کر دی ہے، یہ میں نہیں چاہتا تھا، اگر اس کو علیحدہ رکھتے کیونکہ صحافیوں کے بارے میں issue علیحدہ تھا۔ جناب! اس پر میری گزارش ہے کہ ڈاکٹر صاحب والے issue پر ہمارے سارے Senators کا concern ہے، میں چاہتا ہوں اور جیسے آپ نے فرمایا کہ اس issue کو علیحدہ take up کیا جائے۔ Earlier جو honourable Senators نے صحافیوں کے بارے میں issue raise کیا، گورنمنٹ نے فیڈرل شریعت کورٹ کے چیف جسٹس کی سربراہی

میں کمیشن constitute کیا، صحافی برادری کی کچھ apprehensions آئی ہیں، certainly we will bring this to the notice of the Prime Minister that it should be re-examined اور یہ ان کا ایک مطالبہ ہے لیکن at the same time اس ہاؤس نے بھی ایک کمیٹی constitute کی ہے، آپ نے کل ہی ایک کمیٹی constitute کی ہے۔ میں نے کل بھی کہا تھا کہ the Parliament itself should take the cognizance of these things. اس پر آپ نے کمیٹی بنا دی ہے، اب یہ کمیٹی اس پر اپنا کام شروع کرے، اس پر جو material available ہے، کسی کو summon کرنا ہے، کسی کی بات سننی ہے، صحافی تنظیموں کے عہدے داروں سے بات کرنی ہے، اس پر یہ کمیٹی اپنا کام شروع کر دے۔ بلکہ آپ نے اسے notify بھی کر دیا ہے۔

دوسری جو بات تشدد کی ہوئی تو I have asked for the report from I.G. Balochistan, کل جب میں نے ہاؤس میں کہا تھا کہ I will talk to the Chief Secretaries اور میں ان سے رپورٹ مانگوں گا۔ ہم نے بالکل ان سے رپورٹ مانگی ہے، they have sent it to my office and which will be presented before this House. جیسے شاہد بگٹی صاحب نے کہا کہ جن سے تحفظ مانگ رہے ہیں وہی ظلم کر رہے ہیں، ہم کہہ رہے ہیں جو کمیٹی بنی اس میں آپ suggestions دیں، آپ بتائیں کہ what measures should be taken اور جو لوگ culprits ہیں ان کے خلاف آپ کیا اقدام لینا چاہتے ہیں، کوئی criminal case register کروانا چاہتے ہیں، ان کے بارے میں کچھ اور suggestions دینا چاہتے ہیں۔ اس کمیٹی کو اپنی functioning شروع کرنا چاہیے۔

اب رہا معاملہ ڈاکٹر صاحب والا تو ہمارے تمام Senators کے جو sentiments ہیں اس پر آپ انہیں ضرور موقع دیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ وزیر قانون لاقانونیت کی بات کریں۔ جب rule of law, supremacy of Parliament and Constitution کی بات ہوتی ہے تو اس issue پر ہاؤس کو آپ موقع دیں کہ وہ اپنے concerns and sentiments ضرور express کریں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: طاہر مشہدی صاحب! میں کچھ remarks دینا چاہتا تھا کہ ہم نے کل جو کمیٹی constitute کی ہے۔ چلیں آپ بات کریں۔

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: شکریہ جناب چیئرمین۔ کل اور پرسوں میں نے اس موضوع پر point of order پر معاملہ اٹھایا تھا کہ یہ جو ہمارے صحافی ہیں یہ ہماری

قوم کی عزت ہیں، یہ ایک face ہے جو کہ پوری دنیا میں جاتا ہے کہ یہ قوم کیا ہے۔ یہ بیچارے بڑی بہادری سے اپنا کام کرتے ہیں، ان پر جو ظلم و تشدد کیا جا رہا ہےاور یہ ہماری law enforcing agencies کے ذریعے کیا جا رہا ہے۔ چیف جسٹس سپریم کورٹ نے ایک ruling دے کر پوری حکومت کو اور ساری establishment کو بتا دیا ہے کہ آپ نے کیا کرنا ہے۔ آج کے بعد اگر کسی بھی صحافی پر ظلم کیا گیا تو اس province کا I.G., D.G. Ranger, SSP immediately dismiss from service ہو گا، اگر آپ لوگوں نے ایک custom and tradition نہ بنایا تو ایسا ہوتا رہے گا، ہمارے صحافیوں کے ساتھ ظلم ہوتا رہے گا، جیسا کہ missing persons کے لیے ہم لوگ دس سال سے رو رہے ہیں، ہم پاکستان میں امن کے لیے رو رہے ہیں، ہم target killings کو روکنے کے لیے رو رہے ہیں۔

دوسرا point جو کہ میں نے کل raise کیا تھا اس پر آپ کا decision چاہیے۔ Senate of Pakistan, Upper House of the Parliament ہے، the Parliament has spoken, پارلیمنٹ سپریم ہے، the honour, dignity and prestige of the Parliament supreme ہے۔ چیئرمین سینیٹ نے ruling دی کہ ان چند صحافیوں کو protection دی جائے، چیئرمین کی ruling کے بعد، پارلیمنٹ کی ruling کے بعد ہمارے پولیس آفیسرز، ہماری intelligence کے چھوٹے چھوٹے معمولی لوگوں نے Parliament of Pakistan کو challenge کیا ہے۔ Article IV میں ان پر treason کا charge لگایا جائے، وہ کیسے ہمارے چیئرمین کی ruling کو violate کر سکتے ہیں۔ انہوں نے ڈاکٹر کو اور صحافی کو مارا ہے، اس نے T.V میں کہا ہے کہ میں مرنا زیادہ بہتر سمجھتا ہوں۔ کراچی کے معاملے میں اتنا بڑا ظلم ہوا اور وہ پوری دنیا میں دکھایا گیا۔ اس سے پاکستانی قوم کا سر شرم سے جھک گیا ہے مگر ابھی تک اس پر کوئی خاص action نہیں لیا گیا۔ صرف باتیں ہو رہی ہیں، rhetoric ہو رہا ہے۔ یہ اس وقت رکے گا جب ہم action لینا شروع کریں گے۔ صرف یہاں پر منسٹر صاحب کا آ کر کہہ دینا کہ میں انہیں حفاظت فراہم کر رہا ہوں، ان کو کوئی حفاظت نہیں دی جا رہی، روزانہ ہمارے صحافیوں پر ظلم ہو رہا ہے اور جب ایسا ہوتا ہے تو پاکستانی قوم کی بے عزتی ہوتی ہے، جب ہمارے صحافی کو مارا جاتا ہے تو پاکستانی قوم کو مارا جاتا ہے۔ سینیٹ کی ruling کے بعد وہ ہماری پارلیمنٹ کو مار رہے ہیں، وہ ہماری پارلیمنٹ کے ساتھ ظلم کر رہے ہیں۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ وسیم سجاد صاحب اور نیر بخاری صاحب! کل ہم نے ایک کمیٹی regarding coercions and threats given to our journalists تشکیل دی۔ اس پر آپ نے terms and reference بنانے ہیں، اس میں Members and Senators from Balochistan اور سندھ سے nominate کرنے ہیں، ان کا time cut of date ten days ہے، they have to put up the report in ten days before the Senate. اس کے بارے میں تھوڑا اشارتاً بتاتا جاؤں کہ ایک insurance رب کی ذات دیتی ہے اور دنیاوی طور پر حکومت وقت کو دینی ہوتی ہے، ان کی تنخواہوں اور اہل و عیال کی insurance, ان کی security of service کے بارے میں remarks دیجیئے گا، ان کے wage board کے بارے میں کہ ان کے اداروں نے ان کے لیے کیا کیا ہوا ہے، ہم ان کی جنگ لڑ رہے ہیں اور ان کے مالکان ان کی جنگ نہیں لڑ رہے تو یہ بڑا مشکل ہو جائے گا، ان چیزوں کی بارے میں بھی clear ہونا چاہیے، higher power commission بعد کی بات ہے لیکن ہم اپنا home work کر کے دے دیں گے۔ Please keep that in mind and we have to get it done.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: We can have meeting in your office at 5.30 p.m.

جناب قائم مقام چیئرمین: جس کمیٹی کے مولا بخش چانڈیو صاحب سیکریٹری ہوں، اتنی powerful committee سینیٹ نے بنائی ہے۔ طاہر مشہدی صاحب نے جو فرمایا ہے اور میں feel کر رہا ہوں کہ ہمارے زیادہ تر Senators صحافیوں کے ساتھ آج تین بجے دھرنے میں شامل ہوں گے۔ Now Wasim Sajjad sahib is from the legal profession اور legal profession کا نام لیتے ہوئے جو بابر اعوان صاحب کے بارے میں remarks دیئے گئے، وہ میرے colleague ہیں اور سینیٹر بھی ہیں، بابر صاحب! سب کا اللہ وارث ہے، کوئی لاوارث نہیں ہے۔ وسیم سجاد صاحب! الفاظ کا ایک چناؤ ہوتا ہے، ایک مہذب طریقہ ہوتا ہے، پارلیمانی زبان ہوتی ہے، ہمیں اس دائرے میں رہنا ہوتا ہے۔ راجہ ظفر الحق صاحب، اسحاق ڈار صاحب کا electoral college بھی وہی ہے جو بابر اعوان صاحب کا ہے یا جو ہمارے پنجاب کے اور سینیٹر ہیں ان کا ہے، ان کا

electoral college وہی ہے، وہی ان کو elect کرتے ہیں، پھر اس طرح کے remarks دینا ٹھیک نہیں۔ جی وسیم صاحب! take the floor, you are a seasoned lawyer yourself.

Fatwa against a Senator

سینیٹر وسیم سجاد: جناب چیئرمین! پہلے تو آپ نے جو صحافیوں کے بارے میں اقدامات کیے ہیں ہم اس کی مکمل حمایت کرتے ہیں۔ ان کی مرضی اور منشا کے مطابق inquiry ہونی چاہیے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کل پنجاب کے وزیرقانون نے ایک ایسا بیان دیا جس نے ہم سب کو ہلا دیا ہے۔ اس بیان کے بعد اب کسی وکیل کے لیے اپنی پیشہ ورانہ صلاحیتوں اور خدمات کو سامنے رکھتے ہوئے کام کرنا ناممکن ہے۔ کسی پر فتویٰ دے دینا اور یہ فتویٰ دینا کہ یہ واجب القتل ہے، یہ کہاں کا قانون ہے، کہاں کا انصاف ہے، کہاں کا طور طریقہ ہے اور کہاں کی پارلیمانی روایت ہے؟ یہ جمہوریت کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے اور اس عمارت کو گرا دینے کے مترادف ہے۔ یہ بہت سنگین چیز ہے، انہوں نے وکیلوں کی توہین کی ہے، ایک سینیٹر کی توہین کی ہے اور اس کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ میں یہ درخواست کروں گا کہ اس معاملے کو Privilege Committee کو بھیجا جائے تاکہ اس کی مکمل تحقیقات کی جا سکیں۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: بابر غوری صاحب! آپ بات کرلیں، پھر میں Leader of the Opposition کو floor دینے لگا ہوں۔

سینیٹر بابر خان غوری (وفاقی وزیر برائے جہاز رانی و بندرگاہیں): جناب والا! یہ بڑا افسوسناک واقعہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ایک parliamentarian کے علاوہ آپ ایک عام انسان کے لیے بھی اس قسم کا فتویٰ نہیں دے سکتے۔ اس سے پہلے بعض مذہبی لوگ فتوے دیتے تھے کہ فلاں کو مار دو، وہ واجب القتل ہے۔ ایک آدمی جو سیاستدان ہے اور ایک سیاسی راہنما ہے، ایک parliamentarian کو اس قسم کا فتویٰ دینا کہ واجب القتل ہے۔ فرض کریں خدانخواستہ کوئی تیسری force اس سے فائدہ اٹھالے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی شرمناک بات ہے۔ اس پر آپ کی کوئی نہ کوئی ruling آنی چاہیے۔ ہم پورے ایوان کی طرف سے اس کی مذمت کرتے ہیں۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی مولانا حیدری صاحب۔ مولانا صاحب کے بعد زاہد خان صاحب کیونکہ میں ہر پارٹی کے نمائندے کو موقع دینے لگا ہوں۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔شکریہ جناب چیئرمین۔ پنجاب کے وزیر قانون جناب راناثناءاللہ صاحب نے کل جو گفتگو فرمائی ہے ہمارے ایک محترم ممبر کے بارے میں ، وہ کم از کم پیپلزپارٹی میں ایک نمایاں مذہبی شخصیت ہیں ۔ میں نے ٹی وی چینل پر ان کا درس قرآن بھی سنا ہے ۔ایسے آدمی کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ کافر اور واجب القتل ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ گفتگو کوئی جاہل ، ان پڑھ اور غیر مہذب آدمی بھی نہیں کرسکتا۔ ایک پڑھا لکھا شخص اور وہ بھی وزیر قانون اور اگر وزیر قانون ، قانون کو ہاتھ میں لے کر۔۔۔۔۔۔

جناب قائم مقام چیئرمین: تخت لاہور کا وزیر قانون۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: تخت لاہور کا، جو سب سے بڑا صوبہ ہے اور ہم اسی صوبے سے سیکھتے رہتے ہیں کیونکہ باقی صوبوں کی نسبت وہ صوبہ بڑا ہے اور پھر اس صوبے میں خاص طور پر ایسے لوگ ہیں، عام طور پر لوگ جن سے سیکھتے رہتے ہیں،ان کی اس طرح کی گفتگویقیناً اس پارلیمنٹ کے لیے اور پوری قوم کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ اس بڑے مقام پر فائز شخصیت کا اس طرح کی گفتگو کرنا کسی طرح بھی نامناسب سمجھا گیا ہے اور پوری قوم نے اس کو condemn کیا ہے۔سینیٹ آپ کے سامنے موجود ہے، پورا ایوان اس پر سراپا احتجاج ہے۔یہ بات بھی سامنے آئی کہ اسی مسئلے کو تحریک استحقاق کمیٹی کے حوالے کی جائے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ استحقاق کمیٹی کی بجائے ہم متفقہ طور پر ایک قرارداد مذمت پاس کریں اور پنجاب حکومت سے یہ سفارش بھی کریں کہ اس وزیر بے تدبیر کو فوری طور پر اپنے منصب سے سبکدوش کیا جائے۔

(ڈیسک بجائے گئے)

جو کہ فساد کا باعث بنا ہوا ہے اور پنجاب میں لوٹا کریسی کو فروغ دینے کے علاوہ اب گالم گلوچ اور کفر کے فتویٰ کو بھی فروغ دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ایسے شخص کو اس طرح کے اہم منصب پر فائز نہیں ہونا چاہیے۔ میری تجویز ہوگی کہ یہ ایوان ایک متفقہ قرارداد مذمت پاس کرے اور پنجاب حکومت سے اس کی سبکدوشی کا مطالبہ کرے۔شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین :شکریہ۔زاہد خان صاحب۔میڈم !پارٹی کا ایک ایک نمائندہ ہو جائے۔پیپلزپارٹی کے قائد ایوان ہیں اور پھر اس کے بعد عباس خان فاٹا کی طرف سے آئیں گے، ولی بادینی صاحب آزاد گروپ کی طرف سے۔جی زاہد خان صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: شکریہ جناب چیئرمین۔ہمارے سینیٹرز نے جس طریقے سے وزیر قانون پنجاب نے جو الفاظ استعمال کیے ہیں ان کی مذمت کی، ANP بھی اسی طرح ان کی مذمت کرتی ہے لیکن آپ ایک نظر ڈالیں کہ ہم اور ہمارا معاشرہ کس طرف جا رہے ہیں۔ جب سے یہ دہشت گردی شروع ہوئی ہے ہر ایک بندے کی قوت برداشت ختم ہوتی جا رہی ہے۔ برداشت ہے ہی نہیں۔ اختلاف رائے ہر ایک کا حق ہے لیکن اختلاف رائے کا جواب جو آتا ہے وہ تو دہشت گرد بھی یہی کہتے تھے کہ یہ واجب القتل ہے اور اس کو مار دیں گے۔وہ کام ہمارے اداروں نے شروع کیا، وہ کام ہمارے سیاستدانوں نے بھی شروع کر دیا۔ اب وہ تو ایک سیاست دان ہے لیکن کچھ عرصہ پہلے اس کے بارے میں وہاں سنا جا رہا تھا کہ ایک دہشت گرد تنظیم کے ساتھ ان کا واسطہ ہے۔ ظاہر ہے الزام لگانا اور بات کرنا اور چیز ہوتی ہے لیکن کل جب اس کی statement آئی تو ایسے لگا کہ شاید ان کے ساتھ ان کے اتنے روابط ہیں یا وہ اتنا آگے گیا ہے کہ اب اس کی زبان بھی اسی طرح چلتی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ واجب القتل ہے۔ میرے خیال میں ہم معاشرے کو کس طرف لے کر جانا چاہتے ہیں۔ ہماری تو کوشش ہونی چاہیے کہ جس طرف ہم جا رہے ہیں اس کو روکیں کیونکہ جس طرف معاشرہ بڑھ رہا ہے یہ تو اس ملک اور اس قوم کے لیے ایک وبال اور عذاب بنے گا۔ معاشرہ وہ ہی قائم رہتا ہے کہ جس میں tolerance ہو، اس میں اختلاف رائے کا حق ہو، اس میں بولنے کا حق ہو، صحافی بولے گا تو اس کو مارے گا، کوئی سچائی قوم کے سامنے لائے گا، اس کو قتل کرے گا چاہے کوئی بھی ہو۔ ادارے بھی وہی کام کر رہے ہیں جو دہشت گرد کر رہے ہیں اور اب سیاستدانوں نے بھی یہی شروع کر دیا ہے۔ کل کا جو واقعہ ہوا اس سے ہمارے سر شرم سے جھک گئے ہیں کہ ہم نے بھی یہی کام شروع کر دیا ہے۔سیاست اس ملک میں رہی ہے، اتنی سیاست رہی ہے کہ ایک دوسرے کے خلاف کتنی ہی باتیں کی ہوں لیکن ایسی بات کبھی بھی ہمارے بڑوں نے اور سیاستدانوں نے نہیں کی۔ پتا نہیں ہم اس ملک اور معاشرے کو کس طرف لے کر جانا چاہتے ہیں، کیا تباہی کی طرف جانا چاہتے ہیں؟ سیاستدانوں کا تو کام ہے کہ اس کو تباہی سے روکیں۔ ہم ایک ایسا اچھا معاشرہ develop کریں جس میں برداشت ہو، اس میں اختلاف رائے ہو اور ہم خوشحالی اور ترقی کی طرف گامزن ہوں۔اگر ہم بھی وہی کام کریں جو دہشت گرد کرتے ہیں، ہمارے ادارے بھی وہی کام کریں جو دہشت گرد کرتے ہیں تو میرے خیال میں پھر معاشرہ بالکل تباہی کے دہانے پر ہے۔ اس لیے

ہم کہتے ہیں کہ قرارداد پاس کرانی ہو تب بھی لیکن ضروری ہے کہ اس کو Privileges Committee کو بھیجا جائے کیونکہ یہ ایک سینیٹر کا معاملہ ہے اور وہ اس وقت ہمارے ساتھ ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ سینیٹر عباس خان صاحب فاٹا کی نمائندگی کر رہے ہیں۔آپ کا دل تو سلگ رہا ہے بہت کچھ کہنے کے لیے۔

سینیٹر عباس خان: میرا دل بہت سلگ رہا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: نہیں، نہیں میں اعظم سواتی صاحب کی بات کر رہا ہوں۔آپ کا دل تو جوان ہے ابھی بہت کچھ آپ نے کرنا ہے۔

سینیٹر عباس خان: پریشانی یہ ہے کہ وزیر قانون کا ہمارے خیال میں ایک اہم عہدہ ہے تو آج کے بعد فتووں کے لیے بھی ان کو کسی کمیٹی کا ہیڈ بنا دینا چاہیے کیونکہ انہوں نے جو فتویٰ دیا ہے تو یہ کام توہمارے عالموں کا ہے۔عالموں کا کام بھی انہوں نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ان کے لیے کوئی ایسا ہی عہدہ بھی بنائیں تاکہ ان کو وہاں لگا دیں اور نواز شریف صاحب سے request کریں کہ ان کو کسی اچھی جگہ پر عالموں کے ساتھ لگائیں تاکہ وہ فتووں کا کام شروع کردیں۔ پارلیمنٹ میں جو کچھ بھی ہو وہ اس بارے میں فتویٰ دینا شروع کردیں۔افسوس کی بات یہ ہے کہ کل تک تو ہم یہ سنتے آرہے تھے کہ فلاں جگہ پر ہماری ایجنسیوں نے یہ ظلم کیا ہے، یہ ناانصافی ہو رہی ہے اور آج ہم ان ہی سے سن رہے ہیں کہ وہ ایک سینیٹر کے بارے میں فتویٰ دے رہے ہیں۔ یہ قوم کو کیا پیغام دینا چاہ رہے ہیں۔پہلے بھی انہوں نے ایک بات کی تھی جس سے ایک بہت بڑا واقعہ پیش آیا اور بعد میں انہوں نے کہا کہ میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ آج خدانخواستہ پھر کچھ ہو جائے اور وہ کہہ دیں کہ میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ یہ باتیں اتنی چھوٹی اور معمولی نہیں ہیں کہ ایک اہم عہدے پر بیٹھے ہوئے شخص کو یہ سمجھ نہ آئے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور میں کس کے بارے میں بول رہا ہوں۔میری گزارش ہے کہ اس معاملے کو کمیٹی کو بھیج دیا جائے اور اس پر بھرپور احتجاج بھی کیا جائے کیونکہ ہمارے سیاستدانوں کا کام یہ نہیں ہے۔ہم پر تنقید ہوتی ہے تو ہمیں برداشت کرنی چاہیے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم ایک دوسرے کو قتل کی دھمکیاں دیں اور غلط راستے پر چل پڑیں۔ کل تک ہم یہ کہہ رہے تھے کہ دنیا کیا کہہ رہی ہے اور آج شرم سے ہمارے سر جھک گئے ہیں کہ ہم لوگ اور وہ بھی ایک وزیر قانون، ایک ممبر کے بارے میں ایسی بات کرے۔ اس کو استحقاق کمیٹی کو بھیجنا چاہیے۔شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میڈم کلثوم پروین صاحبہ اپنی پارٹی کی نمائندگی کریں گی۔ جی پیرزادہ صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: میں نے تقریر سنی اور اس میں کہا گیا ہے کہ فتویٰ دینا عالموں کا کام ہے۔ میں نے ان کی علمی تصحیح کرنی ہے۔ فتویٰ دینا عالموں کا کام نہیں ہے۔ دس ہزار علما میں ایک مفتی ہوتا ہے اور مفتیوں کی جیوری اکٹھی کرکے مسئلے پر بحث ہوتی ہے، صرف شیخ الاسلام فتویٰ دے سکتا ہے، کوئی مولوی یا عالم یا غیر عالم فتویٰ نہیں دے سکتا۔ مفتی جو ہوتے ہیں وہ علما سے بہت اوپر ہوتے ہیں اور ان کی جو جیوری ہے وہ شیخ الاسلام کے سامنے کیس پیش کرے گی، پھر شیخ الاسلام فتویٰ دے گا تو وہ فتویٰ ہوسکتا ہے۔ میں معذرت کے ساتھ آپ کی تصحیح کرتا ہوں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ نے اچھا کیا۔ میڈم کلثوم پروین آپ اپنی پارٹی کی طرف سے بات کرلیں۔ پھر خواتین سے ڈاکٹر سعیدہ اقبال نمائندگی کریں گی۔ جی۔

سینیٹر کلثوم پروین: بہت شکریہ جناب چیئرمین۔ میں یہ نہیں سمجھتی ہوں کہ ہم خود کس طرف جارہے ہیں اور قوم کو کس طرف لے کر جارہے ہیں؟ کوئی شخص اگر کوئی بات کرتا ہے تو یہ اس کا جمہوری حق ہے۔ کوئی اینکر پرسن بات کرتا ہے، کوئی صحافی بات کرتا ہے، کوئی ڈاکٹر بات کرتا ہے تو ہم اس کی جان لینے کے درپے ہوجاتے ہیں۔ آج آپ کی اسمبلی میں بیٹھے ہوئے وزیر قانون یہ فرمارہے ہیں اور فتویٰ صادر کر رہے ہیں، اگر خدانخواستہ کل کو آپ کے فتوے کی آڑ میں کوئی دوسرا شخص یہ واردات کردیتا ہے تو اس کا کون ذمہ دار ہے۔ آپ کو پتا ہوگا سلمان تاثیر والا قصہ، کس نے اس کی grooming کی اور کیسے وہ ہوا چلی اور کس طریقے سے اس کو مارا گیا۔ یہ تو کسی کے ذہن میں بھی بات بٹھانے والی بات ہے۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ ہمیں اس قسم کی بات بڑی احتیاط سے کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں نواز شریف سے آپ کو بات کرنی چاہیے۔ یہ ہماری پارلیمنٹ کے ممبر ہیں، ہمارے colleague ہیں۔ اگر انہوں نے بھی کوئی زبان استعمال کی ہے یا کوئی بات کی ہے تو کسی کی جان لینے کا کسی کو بھی حق نہیں ہے۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ غیر پارلیمانی اور غیر قانونی الفاظ انہوں نے استعمال کیے ہیں جن کی میں اور میری پارٹی مذمت کرتے ہیں۔ سب سے پہلے ان کو ان کے عہدے سے فارغ کیا جائے۔ اس کے بعد جو انہوں نے بات کی ہے، اس بات کی مکمل تحقیق کی جائے۔ میں اپنی اور اپنی پارٹی کی طرف سے اس کی بھرپور مذمت کرتی ہوں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی میڈم سعیدہ صاحبہ۔

سینیٹر سعیدہ اقبال: جناب! بات یہ ہے کہ قائدِ ایوان بہت معزز ہیں، ہمیشہ وہ بولتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ ان کا بولنا کافی ہوتا ہے مگر یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر ہم بھی اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔ کل بھی تین مرتبہ میں نے ہاتھ کھڑا کیا کیونکہ وہ صرف سندھ، بلوچستان کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ پوری انسانیت کا مسئلہ تھا۔ یہ تو ہمارے اس ایوان کا استحقاق مجروح ہوا جیسا کہ زاہد خان اور کلثوم پروین نے کہا۔

ہم لوگ کسی پر الزام تراشی نہیں کرتے۔ پیپلز پارٹی کی یہ سیاست نہیں ہے کہ وہ لوگوں پر الزام لگائے مگر اب خود وہ الزام کھل کر ثابت ہو رہا ہے کہ واقعی رانا ثناء کسی دہشت گرد تنظیم کے نمائندے ہیں، اسی لیے وہ اس قسم کی باتوں کو ہوا دیتے ہیں۔ ان کو اگر کسی بات پر اختلاف ہے تو اختلاف کریں۔ وہ تنقید کریں گے تو ہم بھی تنقید کریں گے، تنقید سب کا حق ہے مگر کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا، عدالت بھی سپریم کورٹ ہو یا ہائی کورٹ ہو، کسی قاتل کو بھی جب تک جرم ثابت نہ ہوجائے، یہ بات نہیں کہی جاتی۔ کسی کو فتویٰ دینے اور اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ نہ صرف یہ ہے کہ وہ ایک معزز سینیٹر کے بارے میں کہہ رہے ہیں، کسی کے بارے میں کہنا لازم نہیں ہے۔ یہ جو اس نے بات کہی ہے، اس سے پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اس معاملے کو Privileges Committee کو بھی take up کرنا چاہیے، اس پر combined resolution بھی آنی چاہیے، اس کے ساتھ ساتھ ہم آج کے بعد رانا ثناء کے معاملے میں اپنی زبان بند نہیں رکھیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ اعظم سواتی صاحب۔

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: جناب! میں سمجھتا ہوں کہ جو الفاظ رانا ثناءاللہ صاحب نے ادا کیے ہیں، جس حیثیت میں بھی، وہ انتہائی unwarranted, most despicable ہیں اور ان کی جس قدر بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ میں ایک privilege motion file کرنا چاہتا ہوں کیونکہ یہ کسی ایک آدمی کا معاملہ نہیں بلکہ اس سے پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میں precedent کے ذریعے یہ ثابت کروں گا، آپ اجازت دیں میں لائبریری میں جارہا ہوں، میں precedent کے ذریعے ثابت کروں گا کہ جب کبھی بھی کوئی ایسا واقعہ ہوا ہے تو استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ واقعی کوئی سیاسی پارٹی ہے تو اس پارٹی کے قائد کو میں اپنی زبان میں، اس پارلیمنٹ کی طرف سے یہ کہنا

چاہتا ہوں کہ ایسے غیر ذمہ دار شخص کو فوری طور پر اپنی جگہ سے برطرف کیا جائے اور وہ کم از کم پنجاب جیسے بہادر صوبے کا spokesman نہیں بن سکتا۔ پنجاب صرف تختِ لاہور کا نام نہیں ہے، اس جگہ کا نام نہیں ہے جہاں سے ان کو یہ بات feed کی جاتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ پورے صوبے، پورے پاکستان، پورے پاکستان کی پارلیمنٹ کے بارے میں انتہائی نازیبا قسم کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ اس سے باقاعدہ طور پر سب کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میں Chair سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ اس سلسلے میں ruling دیں کہ آیا استحقاق مجروح ہوا ہے یا نہیں ہوا کیونکہ میں writing میں ایک privilege motion بھی move کرنے والا ہوں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ جی۔ کاظم خان صاحب۔

سینیٹر محمد کاظم خان: شکریہ چیئرمین صاحب۔ میں صرف دو منٹ لوں گا۔ محترم چیئرمین صاحب! کسی کو threat دینا، یہ بات بہت simple نہیں ہے۔ بعض اوقات عموماً راہ چلتے بھی threat ہوتا ہے، اس کو ignore کیا جاتا ہے۔ جو بیان رانا ثناء صاحب نے دیا ہے وہ باقاعدہ کسی تحریک اور تنظیم کے ایما پر دیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کے اس threat کو simply threat نہ سمجھا جائے۔ اس کو deeper sense میں سمجھا جائے۔ یہ threat کوئی معمولی threat نہیں ہے۔ ان کا اس تنظیم سے تعلق ہے جس پر وہ act upon بھی کرتے ہیں۔ میں یہ کہوں گا کہ نمبر ایک تو انہوں نے جو عہدہ سنبھال لیا ہے مفتی کا، وہ اس عہدے سے resign کریں اور پھر فتاویٰ عالمگیری لکھیں تاکہ قوم کو مذہبی level پر فائدہ پہنچے نہ کہ انسانیت کا قتل ہو۔ یہاں تک کہ چیئرمین صاحب! ایک انسان کا قتل چاہے وہ کسی مذہب سے ہو، کسی فقہ سے ہو، پوری انسانیت کا قتل ہے۔ اس قسم کے threat کو معمولی threat نہ سمجھا جائے، اس کو serious لیا جائے۔ یہ جو کہا جا رہا ہے کمیٹی کی طرف جانے کا، وہاں وہ چیز جاتی ہے جو prove نہ ہو جبکہ یہ تو clear-cut ہے، انہوں نے threat نہیں دی بلکہ اس کو ایک طرح سے بہت ہی practical shape میں کہا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ ہاؤس کی طرف سے باقاعدہ resolution پیش کریں۔ کمیٹی میں تو وہ چیز جاتی ہے جو prove نہ ہوتی ہو، وہاں پر جائے اور وہ prove ہو، پھر اس کی رپورٹ دی جائے۔ یہاں تو یہ proved ہے کہ اس نے ایک threat دیا ہے، اس کو ہاؤس باقاعدہ condemn کرے اور ان کو فوری طور پر اس عہدے سے ہٹایا جائے۔ شکریہ چیئرمین صاحب۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ میر اسرار اللہ زہری صاحب۔

سینیٹر میر اسرار اللہ خان زہری: اعوذ با اللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! کل میں نے ٹیلی وژن پر سنا کہ رانا ثناءاللہ صاحب نے بابر اعوان صاحب کے بارے میں واجب القتل ہونے کی بات کہی ہے۔ میری پارٹی کی طرف سے میڈم نے بات کی تھی لیکن میں بھی اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہوں گا۔ رانا ثناء اللہ کے بارے میں پہلے ہم سمجھتے تھے کہ بڑا باتونی ہے، صحیح بات اور point to point بات کرنے کا ڈھنگ جانتا ہے لیکن اب پتا چلا کہ یہ موصوف تو ایسے نہیں ہیں۔ شکر کریں کہ جمہوری دور ہے، یہاں برداشت کا مادہ ہے، پچھلے دور میں، ڈکٹیٹر کے دور میں اس نے ایسی حرکتیں کی تھیں جس میں اس کی مونچھیں بھی گئی تھیں اور اس کے بال بھی گئے تھے۔ اس نے شکر ادا نہیں کیا۔ میں نواز شریف صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ اپنے ایسے باؤلوں کو روکیں۔ اگر یہ نہیں رکتے تو چالیس دن کے لیے، مہربانی کرکے دریائے راوی کے کنارے ان کو باندھیں تاکہ ان کو یہ جو فتووں کا دورہ پڑا ہوا ہے، وہ واپس اپنی normal زندگی میں آجائیں۔ اس معاملے کو Privilege Committee میں نہ لے کر جائیں اور نہ کچھ اور کریں بلکہ ان کو چالیس دن کے لیے صرف دریائے راوی پر باندھ کر رکھیں، انشاءاللہ تعالیٰ، ان کی طبیعت ٹھیک ہوجائے گی۔ اگر ان کا قائد یہ کام کرے تو ان کی صحت کے لیے بھی بہتر ہوگا اور اس کی جماعت کے لیے بھی ٹھیک ہوگا، وہ یہ کام ضرور کریں تاکہ آئندہ اس کے اپنے اوپر کوئی حرف نہ آئے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ ولی بادینی صاحب۔

سینیٹر میر ولی محمد بادینی: شکریہ جناب چیئرمین۔ ہمارے تمام colleagues نے اس معاملے پر بات کی، ہمیں بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اتنی بڑی پارٹی کا لیڈر اور وزیرِ قانون ایسی بات کرتا ہے۔ جیسے مولانا صاحب نے کہا کہ مفتی فتویٰ دیتے ہیں، مولانا نہیں دیتے، ابھی شاید وہ مفتی بھی ہے اور دہشت گردوں کا ساتھی بھی ہے۔ وہ آج اگر بابر اعوان کے بارے میں بولا ہے تو سمجھو سارے House کے بارے میں بولا ہے کیونکہ یہ اس سینیٹ کا ایک معزز ممبر ہے۔ چھ سال سے ہم لوگ اکٹھے رہے ہیں، ہم نے کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی ہے۔ تنقید ہوتی ہے، پارٹیاں ایک دوسرے پر تنقید بھی کرتی ہیں، بیانات بھی دیے جاتے ہیں، وہ بھی دیتے ہیں، یہ بھی دیتے ہیں، ہم سب دیتے ہیں۔ ہمارے علاقے بلوچستان میں بھی یہی حال ہے، آپ کو اچھی طرح سے پتا ہے، خیبر پختونخوا میں یہی ہو رہا ہے، ہر

جگہ ہو رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ فتویٰ دے دیں۔ یہ معاملات فتوے کے لائق نہیں ہیں، آپ مہربانی کرکے اس پر مفتیوں کی رائے لے لیں کہ اس کی سزا کیا ہونی چاہیے۔ اس کے لیے ہم سب لوگ تیار ہیں۔ ہمارے ایک colleague نے کہا کہ نواز شریف سے بات کریں، بالکل بات نہ کریں۔ کیوں بات کریں گے؟ ہم اس کے ڈر سے نواز شریف کے پاس جائیں کہ خدا کے واسطے اپنے آدمی کا منہ بند کرو، وزیرِ قانون ہے یا جو بھی وزیر ہے۔ ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ جو بولتے ہیں وہ کرتے نہیں ہیں۔ بولتے صرف لوگوں کے دکھاوے کے لیے ہیں۔ جس نے کرنا ہوتا ہے وہ بولتا نہیں ہے۔ آج اگر خدا نخواستہ، جیسا میڈم کلثوم نے کہا، کوئی اور حادثہ پیش آجاتا ہے تو اس کا ذمہ دار تو یہی ہے۔ یہ سوچ کر بات نہیں کرتے، ایسے ہی منہ سے بات نکالتے ہیں اور فتویٰ دے کر چلے جاتے ہیں، یہ فتویٰ نہیں ہے، یہ warning ہے، انہوں نے warning دی ہے۔ اس لیے مہربانی کرکے اس کو صحیح معنوں میں دیکھیں اور سب ممبران کو اس پر بات کرنے کی اجازت دیں، علماء کرام بھی اس پر بات کریں۔ ہمیں خوشی ہے کہ Leader of the Opposition ایک عالم ہیں، وہ بھی اس پر کام کریں، صرف یہ نہیں ہونا چاہیے کہ ہم لوگ تقریریں کرکے چلے جائیں۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ صالح شاہ صاحب۔ سومرو صاحب! میں نے کل بھی آپ کو بہت وقت دے دیا تھا۔

سینیٹر خالد محمود سومرو: جناب والا! یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: وہ تو ہے، میرے دل میں بھی بہت سی باتیں ہیں لیکن Chair پر بیٹھنے کی وجہ سے میں ان کا اظہار نہیں کر پا رہا ہوں۔

سینیٹر مولانا محمد صالح شاہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ آپ نے مجھے اس اہم مسئلے پر بولنے کا موقع دیا۔ حدیث شریف ہے۔ ترجمہ 'جب اہم ذمہ داری کسی نالائق شخص کے سپرد کی جائے تو پھر قیامت کے انتظار میں رہیں'۔ جناب والا! میں فتویٰ دینے کی position میں نہیں ہوں اور نہ میں فتویٰ دے رہا ہوں۔ میں حدیث کے حوالے سے عرض کر رہا تھا۔ ہمارے رانا ثناءاللہ صاحب وزیر قانون ہیں اور ظاہر ہے کہ قانون جہاں بھی ہو، پاکستان میں ہو یا دنیا میں کہیں بھی ہو، قانون کا ایک احترام ہے، اس کا ایک مقام ہے۔ جناب والا! رانا ثناءاللہ کے منہ سے بحیثیت وزیر قانون یہ الفاظ نکلے کہ بابر اعوان صاحب واجب القتل ہیں تو پورے ایوان بلکہ پوری دنیا کے سامنے یہ واضح ہے کہ

قیامت کی علامات قریب آرہی ہیں۔ اسی حدیث کی روشنی میں نالائق شخص کو ایسی اہم ذمہ داری سونپنا قوم کے لیے بھی حماقت ہے، ملک کے لیے بھی حماقت ہے اور آئین کی بھی توہین ہے۔

جناب والا! ہمارے بابر اعوان صاحب سینیٹر ہونے کے علاوہ ہمارے لیے قابل قدر اور قابل احترام ہیں۔ اس سلسلے میں میری چند گزارشات ہیں ۔ ایک یہ کہ ہم اسے Privileges Committee کے سپرد نہ کردیں بلکہ جتنا اس جملے کا وزن ہے کہ فلاں واجب القتل ہے، اس کو قانون کے مطابق، آئین کے مطابق اور ہمارے مذہب کے مطابق دیکھا جائے کہ شریعت میں ایسے شخص کا کیا مقام ہے جو بے گناہ شخص کو واجب القتل قرار دیتا ہے۔ شریعت محمدی ﷺ میں اس شخص کی کیا سزا ہونی چاہیے، ہمارے قانون میں کیا سزا ہونی چاہیے اور اس سے درگزر ہمارے پشتون قبائل میں یہ فیصلہ ہے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ فلاں واجب القتل ہے اور اسے قتل کردیا گیا،وہ کسی آسمانی آفت سے ہلاک ہوجائے یا کسی موذی جانور کی وجہ سے ہلاک ہوجائے تو ہماری پشتون روایات میں ہے کہ اُس کے قتل کا ذمہ دار وہی شخص ہوگا جس نے یہ الفاظ استعمال کیے تھے۔ جناب والا! اس سلسلے میں میری گزارش ہے کہ رانا ثناءاللہ کو فوراً اس عہدے سے ہٹایا جائے۔ ایسا شخص جو مطلق العنانیت کا راستہ اختیار کرے تو ظاہر ہے کہ کل دوسرے کے بارے میں بھی وہ ایسے ہی کہے گا۔

جناب والا! میری دوسری گزارش یہ ہے کہ ہمارے ملک میں قانون بھی ہے، شریعت کورٹ بھی ہے، سپریم کورٹ بھی ہے، اسلامی نظریاتی کونسل بھی ہے۔ انہوں نے کچھ ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں کہ ان کا وزن ایسے ہی اداروں کو کرنا چاہیے تاکہ ایسے الفاظ بولنے والے شخص کے لیے جو سزا مقرر کی گئی ہے، اسے وہی سزا دی جائے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ تھوڑا مختصر بات کرتے جائیں کیونکہ میں Leader of the House کا بھی opinion لینے لگا ہوں۔ رحمت اللہ کاکڑ صاحب۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈووکیٹ: شکریہ جناب چیئرمین۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ آج پارلیمان کے ایک معزز رکن سینیٹر بابر اعوان جو پاکستان کے وزیر قانون رہ چکے ہیں اور اس وقت بھی ملک کے لیے ان کی مثبت خدمات on board ہیں، نہ صرف یہ کہ حکومت کے لیے بلکہ اس پورے system کے لیے، پارلیمان کے لیے اور خصوصی طور پر ہم ہمیشہ ان کے اسلامی خیالات سے سیکھتے رہے ہیں۔ ایک sitting minister جو اپنے آپ کو قانون کا ٹھیکیدار سمجھتا ہے، وہ اس زبان میں بات کرتا

ہے کہ بابر اعوان واجب القتل ہے۔ بابر اعوان کا جرم یہ ضرور ہے کہ یہ سچ بولتے ہیں، انہوں نے عوام کے حقوق کی بات کی ہے، پارلیمان کی بات کی ہے، غریب کے حقوق کے لیے آواز اٹھائی ہے اور ان کے گھر پر جا کر دستک دی ہے۔ اب اس کا یہ صلہ مل رہا ہے۔ آج سپریم کورٹ اور لاہور ہائی کورٹ کے امتحان کا وقت آگیا ہے۔ یقیناً superior judiciary کی اس اہم واقعے پر نظر ہے کہ ایک زندہ انسان اور ایک اہم شخصیت کے قتل کے لیے کیسے اس نے بات کی ہے؟ انہوں نے ہوائی بات نہیں کی ہے۔ اس نے واجب قرار دیا ہے، جس طرح مولانا صالح شاہ صاحب نے فرمایا ہے، اللہ نہ کرے، اللہ ان کی زندگی میں برکت دے، خدا نخواستہ کوئی آسمانی آفت آئی تو کیا رانا ثناءاللہ صاحب اس کے لیے کوئی صفائی پیش کر سکیں گے کہ میرا کہنے کا مقصد تو یہ نہیں تھا۔ کیا انہیں اس extreme position پر ایسی بات کرنے کا آئین، قانون، شریعت، کوئی رواج اجازت دیتا ہے یا وہ ان تمام چیزوں سے بالاتر ہیں کہ ان کا محاسبہ نہ ہو؟ کسی جماعت سے ان کی وابستگی مسئلہ نہیں ہے۔ کیا پارلیمان کے ممبر اس قدر بے لگام ہوا کرتے ہیں؟ ایک عام شخص کو، کسی بھی feudal یا بڑے سے بڑے آدمی کو یہ اختیار ہے کہ اب فلاں کی جان لے لینی چاہیے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ہم اسے بدمعاش بھی نہیں کہنا چاہتے، ہم کہتے ہیں کہ کیا کسی انسان کو، مسلمان کو ایسا کہنے کی اجازت ہے؟

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ: کسی بھی انسان کو نہیں ہے۔ ان کا محاسبہ ہونا چاہیے۔ JUI (F) کی طرف سے میں اپنے دوستوں کے اعتماد کے ساتھ یہ بات کرتا ہوں کہ یہ کمیٹی کا معاملہ نہیں ہے، پورے ایوان کے احتجاج کی اس آواز کو جہاں تک ہو سکے پہنچایا جائے، پوری دنیا میں اس پر آواز اٹھ رہی ہے، Human Rights والے اس کو watch کر رہے ہیں اور جو international lobbies ہیں اور ہم آج کل جس national crisis سے گزر رہے ہیں، وہ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے جو law knowing persons ہیں وہ اس قدر بھیانک باتیں کرتے ہیں۔ اس طرح کے الفاظ، اس طرح کی حرکات، اس طرح کے مذموم عزائم ہمارے قومی character پر ایک داغ، ایک دھبہ ہے۔ اگر اس کے لیے ان کو کسی قسم کی کوئی backing ہے تو یہ سب قابل محاسبہ ہیں۔ اس کو در گزر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: بابر اعوان صاحب! آپ سے ایک سوال ہے کہ آپ نے سعودی عرب میں کتنے سال گزارے اور وہاں کون سے subjects پڑھتے رہے ہیں تاکہ ہمیں پتا چلے کہ آپ کا وہ بھی ایک رُخ ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر ظہیر الدین بابر اعوان: میں وہاں ساڑھے چار سال تک شریعہ پڑھتا رہا ہوں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ شریعہ پڑھ کر آئے ہیں، جس نے شریعہ پڑھا ہوا ہے تو اس پر میرے جیسا آدمی کچھ بات کر دے تو بڑی عجیب بات ہو گی، جس نے قرآن مجید بھی رومن میں پڑھا ہوا ہے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! ہم سب بابر اعوان کے ساتھ ہیں اور ہم ثناءاللہ صاحب کی مذمت کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ فتویٰ دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے آئین پر سوائے مذہبی امور کے فتوے دینے کا اختیار نہ کسی مفتی کو ہے، نہ کسی مولوی کو ہے، نہ کسی شیخ الاسلام کو ہے اور نہ کسی اور کو ہے۔ یہ صرف پاکستان کے آئین میں ہے کہ کسی قتل کا فیصلہ یا کسی جرم کی سزا صرف ہماری عدالتیں دے سکتی ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ جس شخص نے آئین کی خلاف ورزی کی ہے میاں صاحب سے درخواست ہے کہ ایسے وزیر کو کم از کم کابینہ سے نکال دیں۔

Mr. Acting Chairman: Tahir Mashhadi *Sahib*, the floor is with you.

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Thank you very much sir. I would like to add my voice to my colleagues. My learned colleagues and the collective wisdom of this House have already spoken. I think you have got the feeling of the House but MQM and myself especially, have the highest regard for Senator Babar Awan. He is not only a legislator of the highest order; he is a very, very respected lawyer. He is a religious scholar in his own right. He has a following in this country. People respect and honour him and then one elected representative from a province, who holds the portfolio of a Law Minister, makes such a

threat and this is not the first time that this individual, Mr. Rana, has made such a threat. He made a threat against the deceased former *Shaheed* Salman Taseer, Governor of Punjab and what happened? Some mad man suddenly shot him down and cut short a very precious life.

First of all, I would like to record on the floor of this House that if any thing happens to Senator Babar Awan, if any untoward incident takes place and God forbid he is injured and harmed in any way, the Law Minister of Punjab, Rana Sanaullah shall be held responsible. It should be mentioned in a resolution that this Upper House of Parliament should pass today, the privilege of the honourable Senator has been breached, the privilege of this august House has been breached and it shows the great restraint, honour and dignity that Mr. Babar Awan possesses that he has not replied in the same manner because he is made of stern stuff. He is a democrat, he is not a rabble rouser, he is not a person who gives people the license to kill. "License to kill" has to be condemned whosoever does it and if a person of authority does it, it has to be condemned even more.

Nobody expects justice to be done by the party itself because that gentleman is not only the Law Minister; he is also the spokesman of Pakistan Muslim League. He is also very close to the Leader of Pakistan Muslim League. So, what we have to do and what is our responsibility? Our responsibility is to protect the life, honour and dignity of the Senate and the Senators. This is the mandate of the House itself. I would like a resolution to be passed. I strongly suggest that we should pass a resolution which can show the feelings of this House conveyed to you by all the political parties. Mr. Babar Awan he has done a great service to democracy. He has given all his life to the people of Pakistan and now it is for

us, the people of Pakistan, through the collective wisdom of this House to give him the protection that he deserves and the protection which is his right. Thank you very much.

جناب قائم مقام چیئرمین: مختصر بات کرتے جائیں کیونکہ بہت سے speakers بولنا چاہتے ہیں۔ خالد سومرو صاحب! مختصر بات کریں۔ بسم اللہ کریں۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: میں اس بیان کی شدید مذمت کرتا ہوں۔ مذہبی بنیادوں پر قتل و غارت گری کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ تمام علمائے کرام نے اتفاق رائے سے اس پر باقاعدہ فتویٰ دیا ہے اور ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ۔ اب رانا ثناء اللہ سیاسی بنیادوں پر پھر قتل و غارت گری کرانا چاہتے ہیں۔ یہ جہالت کی انتہا ہے۔ جس طرح ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ صاحب نے کہا کہ ایسے جو معاملات ہوتے ہیں وہ ایک عام عالم دین کا معاملہ بھی نہیں ہے۔ اس پر علمائے کرام سے اوپر مفتیان کی جیوری ہوتی ہے، پھر ان کے اوپر ایک مفتی اعظم ہوتا ہے یا شیخ الاسلام ہوتا ہے۔ وہاں دلائل سننے کے بعد کوئی فتویٰ صادر کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح کسی کو فتویٰ دینے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ ہمارے محترم ڈاکٹر بابر اعوان کی سیاسی خدمات بھی ہیں اور دینی خدمات بھی ہیں۔ انہوں نے بہت بڑا کام کیا ہے دینی حوالے سے۔ خاص طور پر ایک چینل پر بیٹھ کر دین کی بات کرنا اور ایک lawyer وہ باتیں کرے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی خوش آئند بات ہے۔ یہ Privileges Committee کا مسئلہ نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سینیٹ کو اتفاق رائے سے آج یہ قرارداد پاس کرنی چاہیے جس میں نمبر ایک، اس بیان کی مذمت کرنی چاہیے۔ نمبر دو، مطالبہ کرنا چاہیے کہ رانا ثناءاللہ اس عہدے کے لائق نہیں ہیں چنانچہ اس کو فی الفور برطرف کیا جائے۔ نمبر تین، فوری طور پر ہم یہ سفارش کریں کہ رانا ثناءاللہ کے خلاف اقدام قتل کا مقدمہ درج کرنا چاہیے۔ میں آخری بات یہ کرتا ہوں کہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس مختلف معاملات پر *suo motu* notice لیتے ہیں۔ میں انتظار کروں گا کہ کیا اس واقعے پر بھی وہ *suo motu* notice لے رہے ہیں اور میں مطالبہ کرتا ہوں چیف جسٹس سے کہ وہ اس بیان کا بھی از خود نوٹس لیں تاکہ عدلیہ کی غیر جانبداری واضح ہو سکے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ صابر بلوچ صاحب۔

سینیٹر صابر علی بلوچ: شکریہ۔ جناب والا! میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں رانا ثناءاللہ کی statement پر کہ بابر صاحب کی life کو اس نے threat کیا ہے اور جو یہاں پر condemn کیا گیا۔ بنیادی بات ہے کہ یہ اتنا آسان معاملہ نہیں ہے۔ رانا ثناءاللہ صاحب spokesman ہیں نواز شریف کے اور اس کی لیگ کے۔ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ یہ رانا ثناءاللہ کی statement ہے بلکہ یہ ایک پالیسی statement ہے جو کہ نواز شریف اور اس کی لیگ کی طرف سے آیا ہے۔ میں اپنے دوستوں کا، تمام سینیٹرز کا اور اس ہاؤس کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس کی بھرپور مذمت کی ہے لیکن بنیادی طور پر بات یہ ہے کہ یہ threat بابر اعوان صاحب کو نہیں ہے۔ بابر اعوان صاحب پیپلز پارٹی کے ایک انتہائی اہم ترین لیڈر ہیں۔ This threat is given to Peoples Party. Can Nawaz Sharif afford it? وہ afford کر سکتا ہے کہ وہ پیپلز پارٹی کے اہم لوگوں کو قتل کریں، ان کو eliminate کریں اور ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں۔ This threat is given by Nawaz Sharif. میری request ہے جو journalists میرے دوست یہاں بیٹھے ہوئے ہیں ان کے ذریعے سے یہ پیغام پہنچایا جائے نواز شریف کو۔ اگر نواز شریف صاحب afford کر سکتے ہیں پیپلز پارٹی کے لوگوں کو eliminate کرنے کے لئے

then he should also be ready for the consequences.

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ صلاح الدین ڈوگر صاحب۔

سینیٹر ملک صلاح الدین ڈوگر: جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے آج اس معاملے پر بولنے کا مجھے بھی موقع فراہم کیا۔ رانا ثناءاللہ کا بیان قابل مذمت ہے اور وہ اس قسم کے بیان دینے کے عادی ہیں۔ یہ پارٹی پالیسی ہوگی جو ان کو بتایا جاتا ہے کیونکہ وہ spokesman بھی ہیں۔ اس سے پہلے اس ہاؤس کو بھی یاد ہوگا اور تمام صحافی صاحبان کو بھی یاد ہوگا کہ وہ مرحوم سلیمان تاثیر کے متعلق بھی اسی قسم کے بیان دیتے تھے اور وہ شہید ہو گیا۔ پیپلز پارٹی ان گیدڑ بھبکیوں سے ڈرنے والی جماعت نہیں ہے۔ یہ شہیدوں کی جماعت ہے۔ ہم شہادتیں دیتے آئے ہیں اور اب بھی انشاءاللہ اس ملک کے لئے جان بھی قربان کرنی پڑی تو ہم کریں گے لیکن ایک بات رانا صاحب کی خدمت میں عرض کروں کہ وہ شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر نہ ماریں۔ پیپلز پارٹی کے لوگ اتنے کمزور نہیں ہیں، ہم اینٹ کا جواب پتھر سے دے سکتے ہیں لیکن ہم ملک کے حالات خراب نہیں کرنا چاہتے۔ وہ وزیر قانون ہیں،

قانون کو سمجھتے ہیں یا نہیں، مجھے پتا نہیں لیکن وہ اپنے عہدے کے وقار کو سامنے رکھتے ہوئے ایسے بیان دینے سے پرہیز کریں جس سے ملک کی فضا خراب ہو۔ میں عرض کروں گا کہ یہاں پر متفقہ طور پر ایک قرارداد پاس ہو کہ اس قسم کے بیانات کوئی بھی دے، کسی طرف سے دے اس کی مذمت کی جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر رشید صاحب۔ ابھی میں مولا بخش صاحب سے گزارش کروں گا کہ ماحول بنتا جا رہا ہے، لیڈر آف دی ہاؤس، لیڈر آف دی اپوزیشن، ایک resolution بنانی شروع کر دیں، آپ اور حیدری صاحب اور دوسری پارٹی کے ممبران ادھر ہی پچھلی سیٹوں پر بیٹھ جائیں اور ایک resolution بنا دیں، کیونکہ میں sense of the House لے رہا ہوں، رائے آرہی ہے کہ ایک resolution آنی چاہیے۔ جی رشید صاحب۔ مولا بخش صاحب آپ resolution بنانی شروع کر دیں۔

سینیٹر انجینیئر ملک رشید احمد خان: شکریہ۔ جناب چیئرمین! یہ ایک حساس مسئلہ ہے، اس مسئلے سے پہلے ہم مذہبی لوگوں پر یہ الزام تھا کہ آپ لوگوں میں اشتعال پھیلاتے ہیں، مسلمانوں کے قتل کے فتوے دیتے ہیں۔ یہ ہم پر ایک الزام تھا اور ہم مسلسل اس کی تردید کرتے رہے کہ نہ ہم یہ فتوے دیتے ہیں، ان لوگوں کے مفتیان کچھ اور لوگ ہیں۔ آج رانا ثناء اللہ کے بیان سے ہمارا مؤقف ثابت ہوا۔ دہشت گردوں کے مفتیان قوم کے سامنے آئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کسی مسلمان کو واجب القتل قرار دینا اس عمل کی ایک قانونی حیثیت ہے جس کو قانونی ماہرین ہی بہتر سمجھتے ہیں۔ دوسری اس کی شرعی حیثیت ہے۔ جناب والا! شریعت کے مطابق مسلمان کا قتل تین صورتوں میں واجب ہے۔ نمبر ۱۔ جب مسلمان مرتد ہو جائے اور تین دن تک انتظار کرنے کے باوجود وہ اس سے باز نہ آئے تو اس صورت میں اس کا قتل واجب ہے۔ نمبر ۲۔ شادی شدہ زانی کا قتل واجب ہے۔ نمبر ۳۔ جو شخص مسلمان کو بلاوجہ قتل کرے تو اس صورت میں مسلمان کا قتل واجب ہے۔ ان تین صورتوں کے علاوہ کسی بھی صورت میں مسلمان کو واجب القتل قرار دینا تو درکنار ان کو جائز القتل قرار دینا، مثلاً اس مسلمان کا قتل جائز ہے یہ الفاظ خود کفر کے زمرے میں آتے ہیں۔ لہذا میں سمجھتا ہوں کہ یہ بیان قابل مذمت ہے، قابل افسوس ہے۔ پارلیمانی حوالے سے، شرعی حوالے سے، آئینی اور قانون حوالے سے اس کا نوٹس لینا چاہیے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: لاٹ صاحب آج آپ کو تھوڑا foregoکروا رہا ہوں۔ رضا ربانی صاحب آپ take over کریں۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: لاٹ صاحب بات کرلیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اچھا لاٹ صاحب۔

سینیٹر گل محمد لاٹ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا! آپ سارے ہاؤس کو سنتے ہیں اور ہم پارٹی والوں کو forego کرتے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: وہ آپ کی پارٹی کے ماشاء اللہ مکھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ سید نیر حسین بخاری صاحب۔

سینیٹر گل محمد لاٹ: جناب والا! ہم سب کو اس معاملے پر انتہائی افسوس ہے اور افسوس اس بات کا بھی ہے کہ ایک صوبے کے وزیر قانون ، جو پاکستان کی ایک بڑی پارٹی کو represent کرتے ہیں اور ان کے spokesman بھی ہیں، اگر وہ اس قسم کی باتیں کریں جو کسی طرح بھی جائز نہیں ہیں، اگر ایک لاء منسٹر بیٹھ کر فتوے جاری کرنا شروع کر دے تو اس کا انتہائی افسوس ہے۔ جناب والا! بابر اعوان صاحب پیپلز پارٹی کے ایک اہم رکن ہیں، وہ ہمارے سابق وفاقی وزیر ہیں۔ دیکھیں سیاست برداشت کا نام ہے، ایک دوسرے پر تنقید کی جاتی ہے اور تنقید سیاست میں کرنی بھی چاہیے لیکن کیا انہوں نے اس وجہ سے فتویٰ دیا ہے کہ انہوں نے پاکستان میں 18th and 19th Amendment کو پاس کرانے میں as a Law Minister اہم role ادا کیا یا ہمارے شہید چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو صاحب کا جو عدالتی قتل کیا گیا تھا اس میں گورنمنٹ کو represent کرنے کے لیے اپنے عہدے کی قربانی دی۔ کیا صرف اس لیے ان کو واجب القتل قرار دیا گیا ہے۔ آپ نے سارے ایوان کے جذبات سنے ہیں، میں شکر گزار ہوں اپنے حزب اختلاف کے دوستوں کا بھی جنہوں نے اس معاملے میں یک مشت قراداد پاس کروانے کے لیے درخواست کی ہے۔ جناب والا! ہم یہ چاہیں گے کہ یہاں پر آپ بھی اپنے جذبات کا اظہار کریں، ہم چاہتے ہیں کہ آپ سے رولنگ ملے ۔ پنجاب حکومت سے اور میاں نواز شریف سے یہ مطالبہ resolution کی صورت میں کیا جائے کہ جو بھی وزیر اس قسم کے بیانات دیتے ہیں، جو سیاسی طور پر نہیں دینے چاہیئں، ایسے وزراء کو وہ اپنی کیبنٹ سے ہٹائیں اور آئندہ کے لیے سیاست میں بہتر راستہ اختیار کیا جائے۔ خدانخواستہ اگر ہم اس قسم کی سیاست میں آگئے تو یہ جمہوریت کے لیے اچھا

نہیں ہوگا۔ میں سارے دوستوں کے ساتھ ایک بار پھر اس بات کی تائید کرتا ہوں کہ یہاں سے ایک strong resolution پاس کیا جانا چاہیے اور آئندہ ان چیزوں کو avoid کیا جانا چاہیے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: حسیب خان آپ within one minute بات کرنا چاہتے ہیں۔

سینیٹر عبدالحسیب خان: جناب چیئرمین! میں ایک ہی بات کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے معزز سینیٹر صاحب کی بڑی سیاسی affiliation ہے۔ جو لوگ سیاسی ہوتے ہیں ان کے کچھ دشمن بھی ہوتے ہیں۔ میری درخواست یہ ہے کہ دشمن اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے لہذا اس کے لیے یہ resolution بھی پاس کی جائے کہ آج سے ان کی protection کی جائے کیونکہ یہ معاملہ کوئی معمولی نہیں ہے۔ کسی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے، آپ دیکھ لیں پورے پاکستان میں کیا ہو رہا ہے۔ میں صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ ان کی حفاظت کے لیے مناسب اقدامات بھی کئے جائیں اور اسی لمحے کئے جائیں۔ بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: دیکھیں جی آپ مجھے سننا چاہتے تھے اللہ ہم سب کا وارث ہے۔ ہم مسلمان ہیں، بابر اعوان صاحب بڑے خوش قسمت ہیں، بڑی مضبوط پارٹی میں ہیں، رانا صاحب رانا ہیں، یہ اعوان ہیں، وہ رخ بھی ہوتا ہے اس دنیا کا، میں خود قبائلی معاشرے کا حصہ ہوں۔ اللہ معاف کرے ایسے آدمی کو اتنا آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔ ابھی Leader of the House and Leader of the Opposition resolution move کریں گے؟ مولا بخش چانڈیو صاحب بھی کچھ کہنا چاہتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ میری وفاق کے لاء منسٹر صاحب کچھ کہیں۔ وہ کیا کہہ رہے ہیں اور لاء منسٹر پنجاب کیا کہہ رہے ہیں۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: I want to say a few words.

جناب قائم مقام چیئرمین: نہیں resolution کے ساتھ آپ کو کچھ اور کہنے کی بھی اجازت دوں گا۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب والا! جس issue پر معزز سینیٹر صاحبان نے اظہار خیال کیا، دیکھنے کی بنیادی بات یہ ہے کہ رانا ثناء اللہ کو بابر اعوان سے تکلیف کیا ہے، وجہ کیا ہے کہ

انہوں نے یہ statement جاری کی۔ آیا یہ کوئی conspiracy ہے، ذاتی عداوت ہے یا پولیٹکل issue ہے۔مجھے تو بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ اس میں ذاتی کوئی controversy نہیں ہے political controversy ہے اور political parties کا اپنا ایجنڈا ہے۔ بابر اعوان صاحب ایک پولیٹیکل پارٹی کے سیکرٹری فنانس بھی ہیں، سینیٹر بھی اور سابق لاء منسٹر بھی ہیں۔ اور وہ تنظیمی حوالے سے پنجاب جاتے ہیں۔ حکومت پنجاب کو criticize کرتے ہیں، حکومت پنجاب کی کارکردگی کو criticize کرتے ہیں، bad governance and mismanagement کی بات کرتے ہیں۔ تندوروں میں جو کرپشن ہوئی اور باقی کرپشن ہوئی اس کو highlight کرتے ہیں۔ یہ ان کا political right ہے۔ اس ملک میں ہر شخص کو تحریر اور تقریر کی آزادی ہے۔ پنجاب کے وزیر قانون نے جو statement دی، مناسب یہ ہوتا کہ سینیٹ اس پر بحث کرتی، اس کی اپنی قیادت کو یہ سوچنا چاہیے تھا کہ جس شخص کو انہوں نے وزیرقانون بنایا ہوا ہے وہ کس قسم کا بیان جاری کر رہا ہے۔ یہ غیر قانونی، غیر آئینی اور میرے خیال میں یہ criminal offence بنتی ہے، یہ تو کسی کو instigate کرنے والی بات ہے کہ وہ بابر اعوان کو قتل کرے۔ یہ itself a criminal offence ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب کی قیادت، بالخصوص مسلم لیگ (ن) کی قیادت، اگر آج وہ ہاؤس میں بیٹھی ہوتی تو ان کو احساس ہوتا کہ سینیٹرز کے جذبات کیا ہیں، وہ کیا سوچتے ہیں کہ پنجاب کے وزیر قانون نے ایک معزز ممبر کے بارے میں کیا بات کی ہے۔ جن جذبات کا اظہار معزز سینیٹرز نے کیا ہے، میں اپنی جماعت کی جانب سے تمام سینیٹر صاحبان کا شکر گزار ہوں۔ Across the board جن سینیٹرز نے گفتگو کی، یکجہتی کا مظاہرہ کیا، اس ہاؤس کی عزت ووقار کا معاملہ تھا، جو resolution متفقہ طور پر آنے والا ہے یہ بھی اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ اس سینیٹ کے ممبران، پارلیمنٹ کی supremacy اور جمہوری روایات کو مد نظر رکھتے ہوئے وہ چاہتے ہیں کہ اس ملک میں جمہوریت آگے چلے۔ یہ تو اس ملک میں مار کٹائی، دھینگا مشتی والا عمل لانا چاہتے ہیں جس کو پاکستان پیپلز پارٹی نے، باقی جماعتوں نے بھی condemn کیا اور آج پھر ہم اس عمل کو condemn کرتے ہیں۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ابھی میں رضا ربانی صاحب کو floor دینا چاہتا ہوں کیونکہ آپ resolution بنانے چلے گئے تھے۔ Please take the floor with regard to what is

happening with the Senators. سینیٹرز کو وہ کہتے ہیں یہ بالکل ہی اللہ لوگ بابے ہیں، ان کا اللہ وارث ہے اور دنیا میں کوئی وارث نہیں ہے۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین! Obviously جو یہ statement آیا ہے یہ قابل مذمت ہے اور اس کی جتنی مذمت کی جائے وہ کم ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس statement کو ہمیں ایک تناظر میں دیکھنا پڑے گا اور اس پیرائے پر دیکھنا پڑے گا کہ اس statement کے ذریعے سے کیا trends سوسائٹی کے ابھر کر سامنے آرہے ہیں۔اس بات پر پچھلے کئی دنوں سے خاصی بحث چل رہی ہے کہ سوسائٹی کو brutalization کی طرف لے جایا جا رہا ہے اور یہ ایک اور مثال ہے کہ جہاں پر political differences کو law of the jungle کے تحت حل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ brutalization of society جناب چیئرمین، ایک نہایت خطرناک trend ہے اور اس کی عکاسی، پچھلے دنوں law enforcing agencies کے رویے سے ہوئی ہے، جس طریقے سے خواتین کے حقوق کو پامال کیا جا رہا ہے، جس طرح آج بھی خبر چھپی ہے کہ ایک خاتون کو ہری پور میں برہنہ سڑکوں پر چلایا گیا، یہ تمام چیزیں اس بات کی عکاسی کر رہی ہیں کہ ہماری سوسائٹی کس نہج پر اور کس طرف جا رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ backlash ہے جیسے افغان پالیسی کی backlash آئی تھی کلاشنکوف اور ہیروئن کلچر کے ذریعے، اسی طرح آج جو صورتحال as a consequence of the conflict of terror بن کر ہماری سوسائٹی پر آرہی ہے وہ total brutalization of Pakistani society ہے۔

(اس موقع پر وزیراعظم پاکستان، سید یوسف رضا گیلانی ایوان میں تشریف لائے)

Mr. Acting Chairman: The Senate welcomes the Prime Minister of Pakistan in the House.

سینیٹر میاں رضا ربانی: ہم total brutalization of Pakistani society کی طرف جا رہے ہیں اور ابھی بھی اگر قوم اس بات پر نہیں جاگتی، ابھی بھی قوم اگر اس بات کو نہیں سمجھتی then Mr. Chairman, I am sorry to say that we are moving towards a state where the state itself is beginning to crumble کیونکہ جب کسی بھی سوسائٹی میں ایسی نفسا نفسی کی صورتحال پیدا ہو جائے جہاں پر گروہ، گروہ کے خلاف کھڑا ہو، ایک شہری دوسرے شہری کے خلاف کھڑا ہو، ریاستی ادارے، جن کا کام عوام کی حفاظت ہے، وہ عوام کے حقوق

پر ڈا کہ ڈال رہے ہوں اور آئین اور قانون کی پاسداری نہ ہو رہی ہو تو اس وقت وہ state, وہ society کی طرف بڑھ رہی ہوتی ہے۔ جو بات آج بابر اعوان کے ساتھ ہوئی، میں اس کو totally crumbling صرف بابر اعوان کے ساتھ نہیں سمجھتا، میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک خطرناک سگنل ہے کہ جب پارلیمان کے دو ارکان، ایک کا تعلق صوبہ پنجاب سے ہے اور دوسرے کا تعلق ایوان بالا سے ہے، جو وفاق کی علامت ہے، جب پارلیمان کے ارکان آئین کی پامالی پر اتر آئیں تو اس سے خطرناک، اس سے زیادہ دردناک موڑ تاریخ میں کسی بھی قوم کے لیے نہیں ہوتا۔

Mr. Chairman, this is a time to awaken the nation, this is the time for the people to realize that brutalization of societies leads eventually to the breakup of nations. I don't want to sound this pessimistic note, particularly, when the Prime Minister is here but the rut in which this nation has got caught into, until and unless that rut is arrested, God forbid, we are moving towards something that will lead, I don't want to use those words on the floor of this House but I think you will understand what I am trying to convey.

ابھی بھی وقت ہے، ابھی بھی راستہ ہے اور اسی لیے میں نے کل ایک open letter لکھا کہ اس پر کم از کم بحث کا آغاز کریں کہ یہ جو society کا rut شروع ہوا ہے اس کو روکا جا سکے۔ شکریہ۔

Mr. Acting Chairman: Thank you. Maula Bakhsh Chandio sahib, the floor is with you.

سینیٹر مولا بخش چانڈیو (وفاقی وزیر برائے قانون): مہربانی چیئرمین صاحب۔ میرا خیال ہے کہ اس موضوع پر بہت سارے دوستوں نے بات کی ہے۔ میں زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا لیکن میرے بھی وہی جذبات ہیں جو سینیٹ کے تمام قابل احترام ارکان کے ہیں۔ ہم بطور سیاسی پارٹی اور بطور parliamentarians اور دوسری سیاسی پارٹیاں بھی اس وزیر قانون پنجاب کے متعلق خدشات کا اظہار کر چکے ہیں۔ میں تو ان کے بیانات کی روشنی میں یہ کہتا ہوں کہ یہ وزیر لاقانونیت ہیں، یہ وزیر قانون پنجاب کے نہیں ہیں۔ میں ایک دوست کی بات سے بالکل متفق ہوں کہ اس بیان کا ان کی پارٹی کے قائد کو نوٹس لینا چاہیے کہ دوسری بڑی پارٹی کے رہنما جو سابق وزیر قانون بھی ہیں اور اب ان کا پارٹی اور حکومت میں ایک اہم کردار ہے، اس کے بارے میں قتل کا فتویٰ جاری کرنے کا نوٹس میاں

صاحب کو لینا چاہیے۔ یہ روایت اچھی نہیں ہے لیکن میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ ہمارے دوستوں کے جو خدشات ہیں کہ جب بھی میاں صاحب کی سیاست سے اختلاف کیا گیا ہے تو وہ انتہا تک پہنچتے ہیں اور ایسی ہی سخت باتیں کرتے ہیں۔ ہمیں سخت دکھ ہے۔ ہم مذمت کرتے ہیں۔ میں زیادہ وقت لینا نہیں چاہتا بس خالد محمود سومرو صاحب نے ایک بات کہی ہے وزیر لااقانونیت رانا ثناء اللہ کے لیے کہ ایسا بیان دینا جہالت کی نشانی ہے اور وزیر قانون جیسا انسان ایسا جاہلوں جیسا بیان نہیں دے سکتا۔ اسی پر مجھے محسن بھوپالی کا ایک شعر یاد آ گیا ہے۔ میں وہ بات کہہ کر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں کہ

جاہل کو اگر جہل پہ انعام دیا جائے
اس حادثۂ وقت کو کیا نام دیا جائے
مے خانے کی توہین ہے رندوں کی ہتک ہے
کم ظرف کے ہاتھوں میں اگر جام دیا جائے

میں مسلم لیگ کے قائد سے بھی مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ اس بات کا نوٹس لیں اور ہمیں یقین دہانی کرائیں کہ جو انہوں نے گورنر پنجاب کے متعلق باتیں کیں اور بعد میں پھر وہ باتیں ہوئیں بھی اور انہوں نے ہی اور لوگوں کے لیے بھی ایسی باتیں کی ہیں اور تمام طبقات نے ان خدشات کا اظہار کیا ہے کہ اس وزیر قانون کا تعلق دہشت گرد گروہوں سے ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مسلم لیگ کے قائد کو اس کا نوٹس لینا چاہیے۔ یہ پورا ایوان اس کی مذمت کرتا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: Thank you, وزیراعظم صاحب کی جانب سے message آیا تھا کہ کابینہ کی meeting ہے۔ میں نے کہا پندرہ منٹ لیٹ سہی لیکن آج Senators کے ساتھ تو بیٹھیں۔ جی مولانا حیدری صاحب۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: شکریہ جناب چیئرمین، ہاؤس میں وزیراعظم کی تشریف آوری پر میں ان کا خیر مقدم کرتا ہوں اور ساتھ ساتھ یہ گزارش بھی کہ وزیراعظم صاحب ہماری سینیٹ کے ہر اجلاس، جو ماہوار ہوتا ہے، میں اپنی تشریف آوری کو ممکن بنائیں۔ بہت سارے مسائل سینیٹ میں اٹھتے ہیں تاکہ وہ ان کے گوش گزار ہو سکیں۔ اصل موضوع جو آج پورے سینیٹ میں زیر غور رہا اس کا تعلق پنجاب کے وزیر بے تدبیر کے الفاظ سے تھا جو محترم بابر اعوان کے بارے میں تھے۔ ان پر پورا

ایوان سراپا احتجاج رہا اور تمام اراکین نے ایک قرار داد پر اکتفا کیا ہے اور اس قرار داد کو پیش کرنے کے لیے مجھے حکم دیا گیا ہے۔ میں وہ قرار داد آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میرے خیال میں قرارداد بعد میں لے آتے ہیں پہلے ہم وزیر خزانہ کو سن لیتے ہیں۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: وزیراعظم صاحب کی موجودگی میں یہ اگر ہو جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ پہلے چاہتے ہیں؟

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: جی، پہلے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: چلیں، وہ خود democrat ہیں، Speaker رہے ہیں۔ میرا خیال ہے وہ یہ سننا چاہیں گے۔

Resolution against the *Fatwa*

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، قرارداد۔

"یہ ایوان متفقہ طور پر قرارداد پیش کرتا ہے کہ پنجاب کے وزیر قانون جناب رانا ثناء اللہ صاحب نے اس معزز ایوان کے فاضل رکن جناب بابر اعوان کے بارے میں جو غیر قانونی، غیر اخلاقی، غیر مہذب زبان استعمال کی ہے اور کہا ہے کہ بابر اعوان واجب القتل ہیں، یہ ایوان پنجاب کے وزیر قانون رانا ثناء اللہ کے اس بیان کی شدید مذمت کرتا ہے اور حکومت پنجاب سے مطالبہ کرتا ہے کہ رانا ثناء اللہ کو وزارت قانون کے اہم منصب سے فوری طور پر برطرف کرکے ان کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے اور یہ کہ اگر خدا نخواستہ بابر اعوان کو کچھ ہوا تو اس کی تمام تر ذمہ داری رانا ثناء اللہ اور پنجاب حکومت پر عائد ہو گی۔"

شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔

Mr. Acting Chairman: Thank you. Is this an agreed Resolution? Sense of the House is, I think this is an agreed Resolution. I put it before the House.

(The Resolution was adopted unanimously)

Mr. Acting Chairman: Hafeez Sheikh *Sahib* please take the floor of the House.

دیکھ لیں حفیظ شیخ صاحب دوسری chair پر بیٹھے ہوں گے۔ Finance Minister *Sahib* کی آواز آنی چاہیے۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالحفیظ شیخ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین!

let me start by adding my voice.

جناب قائم مقام چیئرمین: اذان آگئی اس لیے آپ کو سچ سچ سب کچھ بتانا پڑے گا۔

(اس موقع پر ہاؤس میں اذان ظہر سنائی دی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

Finance Bill 2011: Winding up Speech of the Finance Minister

سینیٹر ڈاکٹر عبدالحفیظ شیخ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ چیئرمین صاحب!

I would like to add my voice with that of my other colleagues in the Senate in condemning the statement of a provincial minister which tantamounts to inciting violence.

بابر اعوان صاحب خود بھی وزیر قانون رہ چکے ہیں اور اس معزز ایوان کے ممبر ہیں اور وہ ویسے بھی ایک بڑی سیاسی شخصیت ہیں۔ اگر یہ تینوں چیزیں نہ ہوتیں تو تب بھی اگر یہ statement ان کے بارے میں دی جاتی تو our feelings should have been the same because above all he is a Pakistani citizen and his rights and privileges as Pakistani citizen need protection. So, I think what the Senate has done, I am proud of that and I share the same sentiments. چیئرمین صاحب! بجٹ کی طرف آتے ہوئے Let me start by appreciating the work of the Upper House and in particular the Senate Finance Committee. انہوں نے اپنی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے بجٹ پر چھیاسٹھ recommendations دیں اور پانچ دن تک مسلسل محنت کی۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہاں پر ایک balanced and frank discussion ہو رہی ہے اور اس سے ہمیں بہت فائدہ ہوا ہے۔ اس سے اچھی تجاویز آئی ہیں۔ نیشنل

اسمبلی میں passage of Finance Bill on 22 ہوگا اور اس میں ان تمام تجاویز کو وہی میرٹ اور وہی respect دی جائے گی جو ماضی میں دی گئی ہے اور انشاء اللہ the government's view point will be made known there. بجٹ کا موقع ہر سال parliamentary calendar میں اہم ہوتا ہے اور اس کے لیے لوگوں کی توقعات ایک جانب ہوتی ہیں اور دوسری جانب Discipline کی requirements ہوتی ہیں، international commitments ہوتی ہیں اور حکومت چلانے کی ذمے داریاں ہوتی ہیں۔ ان تمام چیزوں کو balance کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ایک ایسا بجٹ بنایا جاتا ہے جو عوام کے فائدے میں ہو، جو ہماری short term مشکلات میں اضافے کا باعث نہ بنے اور جو ہمارا longer term destination ہے اس کی جانب قدم بڑھانے میں ہماری مدد کرے۔ ہم نے اپنی طرف سے کوشش کی کہ ایک ایسا بجٹ دیا جائے جو اس وقت ایک جمہوری حکومت سے لوگوں کی وابستہ توقعات پر پورا اترے۔ بجٹ کی جانب جانے سے پہلے ایک چیز جو میں بار بار کہتا ہوں اور اسے یہاں دہرانا چاہتا ہوں کہ یہ ایک تاریخی ایوان ہے۔ یہ پارلیمنٹ، ایک تاریخی پارلیمنٹ ہے۔ ۱۹۷۳ء میں پاکستان کی تاریخ کا ایک روشن لمحہ تھا، جب ہم لوگوں نے ساتھ مل کر ایک آئین دیا۔ شہید ذوالفقار علی بھٹو اور اس وقت کے رہنماؤں نے مل کر ایک آئین دیا۔ خواہ کچھ بھی ہو، پاکستان کے عوام نے اس آئین سے اپنی وابستگی ہر دور میں ظاہر کی ہے اور یہ اعزاز اس پارلیمنٹ، وزیر اعظم گیلانی صاحب کی حکومت اور اس وقت کے دوسرے رہنماؤں کو ہے، جنھوں نے اس آئین کو دوبارہ وہی مقام دیا جو اسے شروع سے ملنا چاہیے تھا۔

So, let us give a big acknowledgement, first of all, to the President Zardari who voluntarily returned the powers usurped by earlier Presidents back to the Parliament and to Prime Minister Gilani who has given a new level of attention. Prime Minister Gilani has given a centrality to Parliament and the political life. We also give a big acknowledgement to the leaders of the Opposition and the two Houses and of course, our own leader of the House, Bokhari *sahib*. Sir, I think, we are now passing through a period of transition.

یہ بہت ضروری ہے کہ اس دور میں اگر ہم ایک دوسرے کے ساتھ مل کر مکمل نہیں چل سکتے تو کم از کم اس انداز میں نہ چلیں کہ معاملات بگڑ جائیں اور یہ نیا سفر، جس کے لیے لوگوں نے محنت کی ہے، قربانیاں

دی ہیں اور ہمیں ایک اچھی جانب لے جا رہا ہے، اس میں خلل نہ پڑے۔ یہ موقع ہے کہ جن ذمے داریوں کا بوجھ پاکستانی قوم نے ہم پر ڈالا ہے، اس میں بڑے دل کے ساتھ چلیں، ایک دوسرے کے ساتھ بات چیت کر کے چلیں اور نظام کو درہم برہم ہونے سے بچائیں۔ اس کے لیے اگر کبھی کبھار جھکنا بھی پڑے تو اسے ایک اچھی چیز سمجھیں، کمزوری نہ سمجھیں۔

جناب چیئرمین! ہم نے اس بجٹ میں تمام لوگوں سے مشاورت کی ہے۔ جب پی ایم ایل (این) نے بات چیت کرنے کی offer کی تو ہم نے پینتالیس دن ان کے ساتھ گزارے، دو سو گھنٹے ان کے ساتھ گزارے۔ کوشش کی کہ قومی معاملات، خاص کر معیشت کے معاملات میں دوسروں کا نقطہ نظر سمجھنے اور ان کی تجاویز کو اپنے نظام، پالیسیوں میں شامل کرنے میں ہماری طرف سے کوئی کوتاہی نہ ہو۔ اسی طرح ہم نے اپنی اتحادی جماعتوں سے بات چیت کی، ہم نے تمام Chambers سے بات چیت کی، ہم نے Industry stakeholders سے بات چیت کی، نیشنل اسمبلی کی فنانس کمیٹی اور سینیٹ کی فنانس کمیٹی سے بات چیت کی۔ اگر اس کے باوجود کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ مشاورت، بات چیت کے سلسلے کو اور زیادہ بڑھایا جائے تو ہم سینیٹ کی discussion میں یہ بات بھی لے جا رہے ہیں کہ this process must be a continuing one and an ongoing one. ہم نے بجٹ میں کچھ announcements کی ہیں، جس میں parliamentary oversight کا role ہے اور ان کی involvement، ایف بی آر کے معاملات میں، فنانس منسٹری اور حکومت کے اخراجات کو مزید کم کرنے میں Parliament role بڑھایا جائے گا۔ کیونکہ ہم کوئی چیز چھپانا نہیں چاہتے۔ ہم کوئی چیر ڈھانپنا نہیں چاہتے۔ ہم ایک ایسے دور سے گزر رہے ہیں کہ جس میں ہر چیز پاکستانی عوام کے سامنے ہونی چاہیے اور میرے خیال میں ہے۔ اس transition کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں سپریم کورٹ کا ادارہ آزاد اور فعال ہے اور وہ اپنے انداز میں accountability کر رہا ہے۔ پارلیمنٹ کی Standing Committees فعال اور آزاد ہیں۔ وہ اپنے آپ کو assert کر رہی ہیں اور accountability بھی کر رہی ہیں۔ ہمارا میڈیا رپورٹ کرنے، تنقید کرنے، تجاویز کے لیے بالکل آزاد ہے اور پاکستان میں یہ بھی ایک نیا دور ہے۔ جمہوری حکومت کی تاریخ میں شاید ایسی مثال نہ ملے کہ پاکستان کا سب سے بڑا احتساب کا ادارہ it is headed by a person whose official title is Leader of the Opposition. جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس حکومت کا احتساب نہیں ہو رہا یا یہ احتساب سے گھبرا رہی ہے یا یہ احتساب سے بچی ہوئی ہے تو میرے خیال میں these institutions are working اور آپ

سب جانتے ہیں کہ جن لوگوں کا میں نے ابھی ذکر کیا، وہ کتنی محنت اور لگن سے اپنے احتساب والے کام کر رہے ہیں .And again this is a new Pakistan جب ہم تنقید کرتے ہیں اور اپنی کمزوریوں، خامیوں، کوتاہیوں کو اجاگر کرتے ہیں تو ساتھ ہی ساتھ وہ چیزیں جو ہمیں ایک قوم بنا رہی ہیں، ہمیں فخر دے رہی ہیں اور ہمیں مستقبل کی طرف روشنی دکھا رہی ہیں، ہمیں ان کی بھی بات کرنی چاہیے۔ یہاں پر کئی سوالات اٹھے ہیں۔ چونکہ نیشنل اسمبلی میں بھی wind up ہوتا ہے، میری نگاہ میں جو اہم سوالات ہیں، آپ کی اجازت سے میں ان کے جوابات دینا چاہوں گا۔ سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ اس بجٹ کے آنے سے پہلے جو سال گزرا ہے، وہ معیشت کے لیے کیسا گزرا ہے۔ ہمیں اس تاریخی پس منظر کو ساتھ لے کر چلنا چاہیے۔ جب یہ حکومت ۲۰۰۸ء میں آئی تو ملک ایک سنگین معاشی بحران میں مبتلا تھا۔ ہمارا growth rate تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ ہمارا fiscal deficit سات اعشاریہ چھ فیصد تھا، جو کہ نہایت ہی خطرناک سطح ہے۔ ہمارا روپیہ چند ہفتوں میں 60 سے 80 پر پہنچ گیا اور ہم ایک balance of payment crisis سے نمٹ رہے تھے۔ ہمارے foreign exchange reserves گر کر چھ ارب روپے تک آ گئے، جس سے ہماری vulnerability میں بہت اضافہ ہوا۔ ہماری inflation جس کی وجہ سے ہمیں بہت مار کھانی پڑ رہی ہے، جن لوگوں کی memory شاید short ہو، میں انہیں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ اس وقت inflation پاکستان کی تاریخ کی سب سے بڑی سطح پچیس فیصد تک پہنچ چکا تھا۔ اس حکومت نے مختلف فیصلے کیے۔ مشکل فیصلے کیے اور معیشت کو مستحکم کیا۔ پچھلے سال جب میں نے بجٹ پیش کیا تو ہم fiscal deficit سات اعشاریہ چھ سے چھ اعشاریہ تین پر لائے اور پھر five plus پر لائے۔ اس سال ہم نے ٹارگٹ چار فیصد رکھا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ہم نے austerity کی جانب بڑے مشکل فیصلے کیے اور حکومت کے اخراجات کو پچھلے سال کی سطح پر منجمد کیا، ایسا شاید پہلے نہیں ہوا۔ ہم نے taxes کے نظام کو درست کرنے کی کوشش کی اور direct taxes لگائے۔ ہم نے پاکستان کے طاقتور ترین لوگوں پر capital gain tax لگایا جو کہ stock market کے shares سے پیسے کماتے ہیں۔

جناب چیئرمین! اس سلسلے میں مشکلات ہوتی ہیں، بڑی بڑی قوتیں راہ میں آتی ہیں لیکن اس کے باوجود ہم نے یہ فیصلے کیے۔ Growth rate ساڑھے چار فیصد پر رکھا اور ہم ثابت قدمی سے آگے بڑھ رہے تھے لیکن کچھ واقعات ایسے ہوئے جن کا ذکر کرنا ضروری ہے کیونکہ وہ پاکستان کی تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ حکومت یا حفیظ شیخ سیلاب کا بہت ذکر کرتے ہیں۔ Floods of

2010 are seminal event in Pakistan's history. کیا اس چیز کا ذکر نہ کیا جائے جس سے دو کروڑ پاکستانی نبرد آزما تھے؟ جس میں ہمارے north mountains سے لے کر south میں سمندر تک کا ایک ہزار میل کا علاقہ متاثر ہوا۔ اس میں ہمارے درمیانی سائز کے شہر نوشہرہ، چارسدہ، مظفر گڑھ، راجن پور، جیکب آباد، خیر پور ناتھن شاہ، ٹنڈو الہ یار اور جعفر آباد ہفتوں باقی ملک سے کٹے رہے یا پانی میں بہہ گئے۔ اس میں چاول کی کھڑی فصل تیس فیصد تباہ ہو گئی۔ اس میں سولہ لاکھ لوگوں کے گھر بہہ گئے یا ڈوب گئے۔ اس میں ہمارے ڈیم، کارخانے، بجلی گھر، پل، سڑکیں، ہسپتال، سکول اور oil refineries تباہ ہوئیں۔اس سلسلے میں باہر کی دنیا، third party and neutral لوگوں نے کہا کہ دس ارب ڈالر سے زیادہ کا نقصان ہوا ہے۔ کیا یہ معمولی واقعہ تھا؟ کیا اس سے حکومت اور معیشت کا نظام درہم برہم نہیں ہوا؟ دنیا بھر کے experts نے کہا کہ اس میں ہمارا 2% growth rate بہہ گیا، یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں۔

جب معیشت اور اس کی کارکردگی کی بات ہوتی ہے تو ہمیں ان چیزوں پر discussion کرنی چاہیے کیونکہ ہماری محنت کے باوجود ایسی چیزیں ہوئیں جن پر ہم قابو نہ پا سکے۔ دوسری جانب سب واقف ہیں کہ ہم ایک جنگ میں شامل ہیں جس میں ہمارے 30000 civilians اور forces کے 5000 لوگ شہید ہوئے ہیں۔اس جنگ کے اخراجات بھی ہیں۔ وہ لوگ جو ہمارے دشمنوں سے لڑ رہے ہیں، ہم ان کو کیا signal دینا چاہتے ہیں؟ ہم یہ signal دینا چاہتے ہیں کہ سب پاکستانی ایک ہیں اور اگر ضرورت پڑی تو ہم قربانی بھی دیں گے۔ So some expenditures were inevitable اور security کی وجہ سے investment بھی کم ہوئی اور ہم یہ مانتے ہیں۔ ہم جو Economic Survey of Pakistan publish کرتے ہیں، اس میں بھی لکھا ہے کہ investment کم ہوئی ہے

but before we blame it on one party or the other, we should see what are the facts.

جناب چیئرمین! تیسری چیز یہ کہ جب ہم نے بجٹ دیا تو تیل کی قیمت ستر سے پچھتر ڈالر فی بیرل تھی اور ساتھ ہی مشرق وسطیٰ میں معاملات دوسری جانب چلے گئے جس وجہ سے تیل کی قیمت سوا سو ڈالر فی بیرل ہو گئی۔ Naturally we are oil importing country. میں یہ اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ excuses دیے جائیں، these are facts, these are big facts

and these are challenges. ہم نے ان challenges کے phase میں کیا کیا؟ ہم نے کہا کہ ہم اپنی reforms برقرار رکھیں گے۔ ہم نے کہا کہ جو بڑی اور طاقتور lobbies ہیں، جو Sales Tax کے نظام سے باہر ہیں، ان کو اس میں لائیں گے اور مارچ میں یہ فیصلے کیے گئے جو بہت مشکل اور کٹھن تھے۔ I want to say that President Asif Zardari *Sahib*, Prime Minister Yousaf Raza Gilani *Sahib* and the Cabinet took these difficult decisions. اس میں پانچ بڑے شعبے جو domestic sales میں zero rating enjoy کر رہے تھے، ان کو tax net میں لایا گیا۔ اس میں Textile, Leather, Copper, Surgical equipments, Sports کی export پر نہیں بلکہ جو چیزیں یہاں بیچی جا رہی ہیں، ان کو tax net میں لایا گیا ہے۔ Similarly other sectors جو مستثنیٰ تھے، ان کو tax net میں لائے ہیں۔

Flood کی وجہ سے متاثرہ لوگوں کو support کرنے کے لیے جو schemes start کی گئیں، ان میں پہلے round میں چالیس ارب روپے دیے گئے، اس کے لیے دو طرح کے one time taxes لگائے گئے۔ Mr. Chairman, no government likes to impose taxes. دنیا میں اگر دو سو حکومتیں ہیں تو کوئی پارلیمنٹ بھی نہیں چاہتی کہ وہ ٹیکس لگائے لیکن یہ ذمہ داری ہے، اس کا بوجھ سنبھالنا پڑتا ہے۔ اسی طرح سے اگر دنیا میں سات یا ساڑھے چھ ارب لوگ ہیں تو ان میں سے ایک بھی ٹیکس نہیں دینا چاہتا اور اس لیے these difficult decisions are taken to redirect the destiny of nations. ہم نے یہ فیصلے کیے اور ہم نے اپنے اخراجات مزید کم کیے۔ میں آپ کے سامنے یہ نمبر پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے price منجمد کی تھی اور اس کے بعد ہم نے کئی steps لیے۔ اس میں ہم نے پٹرول کم کیا، ہم نے recruitments بند کیں، ہم نے تمام چیزوں کی acquisition بند کی اور اس طرح مزید بیس ارب روپے بچائے۔ یہ اس وقت کیا جب لوگ سمجھ رہے تھے کہ ہمارا fiscal deficit 8% تک پہنچے گا، ہم نے expenditures پر cut لگا کر اور مشکل فیصلے کر کے taxes بڑھائے اور اس کو 5.3 پر end کیا۔

Now the picture is mixed ایک جانب ہم نے 4.5% growth چاہی تھی تو دو فیصد سیلاب کی نذر ہو گئی تو اب we are ending up with 2.4, 2.5%. دوسری جانب commodities میں boom آیا، اس کی وجہ سے تیل کی قیمت بڑھی اور ہماری تمام چیزوں کی قیمت بڑھی لیکن ساتھ ہی چونکہ Textile اور دوسری چیزوں کی قیمتیں بھی بڑھیں تو ہماری exports کی

value میں اضافہ ہوا۔ اگرچہ ہم نے سمجھا تھا کہ اس سال بائیس ارب ڈالر کی exports کر پائیں گے تو آپ کو بتاتے ہوئے مجھے خوشی ہو رہی ہے کہ انشاء اللہ یہ figure پچیس ارب کو بھی cross کرے گا۔حکومت نے پچھلے تین سال سے جو پالیسی اپنائی کہ commodity prices کو عام لوگوں تک پہنچایا جائے، میں سمجھتا ہوں کہ اس کی وجہ سے دیہاتوں کے لوگ جو باسٹھ، تریسٹھ سال سے بھلائے گئے لوگ ہیں، وہاں پر بھی global economy کے اچھے اثرات پہنچنے لگے ہیں۔انشاء اللہ اس سال bumper wheat crop کے فوائد وہاں پر بھی پہنچیں گے اور اس کا multiple effect ہو گا کیونکہ ان چیزوں کی demands بڑھیں گی جو industry produce کر رہی ہے۔ So, I think now this is where we stand اس وقت ہم 25ارب روپے کی exports cross کر رہے ہیں جس سے خوشحالی بڑھ رہی ہے۔ ہمارے جو پاکستانی باہر ہیں،وہ اپنے ملک میں confidence show کر رہے اور پاکستان کی تاریخ میں سب سے زیادہ remittances 1 billion dollar per month کے level پر آرہی ہیں۔ ہمارے foreign exchange reserves ایک تاریخی سطح پر 17 plus billion dollar ہیں، we feel کہ دیہاتوں میں prosperity آرہی ہے، ہمیں اس کے لیے بہت محنت کرنی ہو گی

a good beginning has been made but there are challenges.

ہمارے بڑے بڑے challenges یہ ہیں کہ ہم لوگوں کے لیے jobs create کریں۔ میں اس معاملے میں آپ کے سامنے کھل کر admit کررہا ہوں کہ ہم اس سال جتنی performance چاہتے تھے اتنی اچھی performance نہ دکھا سکے لیکن آنے والے بجٹ میں اس کو اہمیت دی گئی ہے ۔ اس کے بارے میں آپ کے سامنے کچھ steps رکھوں گا جن سے jobs opportunities بڑھیں گی، انشاءاللہ اس حد تک بڑھیں گی کہ جس کی لوگ اپنی people's Government سے توقع کر رہے ہیں۔

Second چیز یہ ہے کہ اس بجٹ میں غریبوں کے لیے کیاہے---

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: زاہد خان صاحب! ہم اپنی recommendations ان کو بھیجیں گے، ایک دو speeches رہتی ہیں، وہ کر لیں ، آپ نے unanimous recommendations تیار کر لی ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالحفیظ شیخ: جناب! issue یہ ہے کہ اس حکومت کا محور غریب لوگ ہیں کیونکہ پاکستان کے عوام نے اس کو elect کیا ہے۔ہم اور ہماری اتحادی parties ان کے representatives ہیں اور اس میں کسی کو شک نہیں ہونا چاہیے۔ کسی کو اس حکومت اور اس کی leadership سے زیادہ عوام کے بارے میں دعویٰ کرنے کا right نہیں ہے۔ ہم نے عام لوگوں کے لیے کیا فیصلے کئے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ اگر آپ سارے بجٹ کو دیکھیں تو آپ کو دو بڑی چیزیں نظر آئیں گی کہ جو پچھلے سال فیصلہ کیا گیا، اس کا result ہے کہ National Finance Commission Award دیا گیا اور اس کے تحت ان دو سالوں میں 700 ارب روپے اضافی صوبوں کے پاس جائیں گے، اگر NFC Award رہتا تو 700 ارب نہ جاتے اور وہ وفاق کو جاتے، یہ بہت اچھا فیصلہ ہے، یہ پاکستان کی مضبوطی کا فیصلہ ہے، یہ 700 ارب روپے جب صوبوں کے پاس جائیں گے تو وہ چیزیں جن کا خاص طور پر لوگوں سے تعلق ہے، جن سے عام اور غریب عوام کی زندگی متاثر ہوتی ہے، تعلیم، صحت، پینے کا پانی اور municipal services ان کے لیے زیادہ رقوم available ہوں گی۔ اب challenge یہ ہے کہ resources کو بہتر انداز میں استعمال کیاجائے اور لوگوں کو services deliver ہوں، حکومت نے جو فیصلہ کیا ہے، اس کی مکمل تعمیل کرتے ہوئے، یہ 700 ارب روپے اضافی صوبوں کو ملیں گے۔

یہاں پر ایک سوال اٹھا ہے کہ تعلیم اور صحت کو کم پیسے دیے گئے ہیں۔ جناب چیئرمین صاحب! اس کے بارے میں record must be clear, اگر آپ اس سال کے وفاق اور صوبوں کے بجٹ دیکھیں، تین صوبوں اور وفاق کے بجٹ آچکے ہیں تو education and health کے بجٹ میں 32% اضافہ کیا گیا ہے۔ میرے خیال میں یہ ایک اچھا trend ہے اور ہمیں اس کے بارے میں مکمل علم ہونا چاہیے کہ 32% اضافہ ہوا ہے اور Federal Government نے یہ فیصلہ کیا ہے، اگرچہ تعلیم اور صحت صوبائی شعبے ہوں گے، اس کے باوجود Federal Government کے جو بھی vertical programmes چل رہے ہیں، اس نے یہ برقرار رکھے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ Higher Education Commission کی funding کو برقرار رکھا ہے، I think یہ ایک بہت اہم فیصلہ ہے اور جو لوگ تعلیم کے بارے میں فکر رکھتے ہیں، ان کو اطمینان ہو گا کہ these measures are being taken.

اب coming back to the issue کہ غریب لوگوں یا غریب طبقوں کے لیے بجٹ میں کیا رکھا گیا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ جو سب سے بڑا cash transfer کا programme ہے، پاکستان کی تاریخ میں سب سے بڑا programme ہے، وہ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام ہے جس کے تحت 4 million لوگوں کو cash transfer کیا گیا اور اس سال 35 ارب روپے دیے گئے، اس سال اس پروگرام کے لیے 50 ارب روپے اور اگر resources زیادہ ہوئے تو 65 ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ اب آپ کو دو طرح کے responses مل سکتے ہیں، ایک یہ ہے کہ یہ غلط لوگوں کو مل رہے ہیں اور دوسرا یہ ہے کہ آپ cash نہ دیں کسی اور انداز میں دیں، میرے خیال میں ان دونوں باتوں پر غور کرنا چاہیے۔ جہاں تک پہلا point ہے تو اس پر بہت محنت کی گئی ہے کہ صحیح لوگوں کی نشاندہی کی جائے اور ان کو پیسے دیے جائیں۔ اگر پارلیمنٹ کے کسی بھی شخص کو یہ شوق ہے یا ان کی یہ ذمہ داری ہے تو وہ اس معاملے میں آگے بڑھیں اور اپنے views دیں یا زیادہ scrutinize کریں، یہ ان کا حق ہے اور میں ان کی اس بات کی تائید کرتا ہوں۔ دوسری چیز یہ ہے کہ اس طرح نہ دیں کسی اور انداز میں دیں۔ دیکھیں! بہت ضروری ہے کہ جو بھی اسکیم ہو، وہ simple ہو اور وہ ایسی scheme نہ ہو جس میں رشوت کی گنجائش بنے یا middle man ہو یا آپ جن لوگوں کو دینا چاہتے ہیں ان کی بجائے کوئی اور لے جائے لیکن again this is an issue which is available to you and I think اس پر بات چیت ہو سکتی ہے۔ پہلی چیز یہ ہے کہ facts جو black and white ہیں، ہمیں ان پر اتفاق کرنا چاہیے اور وہ یہ ہیں کہ جو سال گزر رہا ہے، اس میں 35 ارب روپے دیے گئے اور انشاء اللہ آنے والے سال میں 65 ارب روپے دیے جائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی تاریخ میں کسی حکومت نے غریب یا کمزور طبقوں کے لیے اتنا بڑا پروگرام start نہیں کیا ہوگا۔

دوسری چیز یہ ہے کہ یہ معاملہ فقط یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا، اس کے علاوہ we have پاکستان بیت المال جس کے لیے 2 ارب روپے رکھے گئے ہیں، we have پاکستان زکوۃ جس میں 2.8 billion رکھے گئے ہیں، وطن کارڈ کے through 32 ارب روپے سیلاب زدگان کے لیے distribute کر چکے ہیں اور انشاء اللہ اس سال 60 ارب روپے دیے جائیں گے۔ We have Macro Finance Support جس میں 2 million لوگوں کو دیے جا رہے ہیں، we have People's Works Programme جس میں 30 billion روپے کی چھوٹی سکیمیں ہیں اور small development ہے۔ ایک اور بہت بڑی چیز جس کا job اور غربت سے واسطہ ہے، وہ یہ ہے کہ اس سال جو ہمارا سالانہ

ترقیاتی پروگرام ہے، Mr. Chairman, you know that the last year was a difficult year, فیڈرل گورنمنٹ نے چاہا تھا کہ 280 ارب روپے اس پروگرام کے لیے ہوں لیکن ہمیں کاٹ کر 196 ارب روپے کرنے پڑے۔ اس سال جو شروع ہو رہا ہے، اس پروگرام کو 300 ارب روپے پر رکھا گیا ہے اور اگر پاکستان کے چاروں صوبوں اور وفاقی حکومت کو ملا لیں تو جو سال گزر رہا ہے اس میں 466 ارب روپے خرچ ہوئے اور آنے والے سال کے لیے 730 ارب روپے رکھے گئے ہیں یعنی اس میں 58% اضافہ کیا گیا ہے۔ اس سے ہمارے ملک کا infrastructure, بہتر کرنے، روزگار کے مواقع پیدا کرنے اور غربت کم کرنے میں بہت بڑی مدد ملے گی، کئی projects جو اس میں ڈالے گئے ہیں وہ ایسے ہیں کہ لوگ چاہتے ہیں کہ ان projects کو پیسے بھی ملیں اور یہ ختم ہوں تا کہ ان کے فوائد بھی عام لوگوں تک پہنچیں۔ اس میں جو خاص طور پر projects رکھے گئے ہیں اس میں بھاشا ڈیم، منگلا ڈیم کی، raising Sadpara multipurpose dam، گومل زام ڈیم، کچھی کینال، رینی کینال، پاور میں نیلم جہلم، گڈو کمبائنڈ، C–III and C–IV کے projects، دوسرے thermal power projects، گوادر تربت روڈ، رتوڈیرو کے ساتھ جو connect کر رہا ہے دادو سہون اور دوسرے تمام اس طرح کے .projects

جناب چیئرمین! میں خاص طور پر ترقیاتی پروگرام کے بارے میں بات کہنا چاہتا ہوں جو سینیٹ کے لیے خصوصی طور پر interesting ہے، وہ یہ ہے کہ جو پاکستان کے less developed areas ہیں یا وہ علاقے جن کے صوبوں کی طرح اپنے ذرائع نہیں ہیں، ان کے development programmes میں زبردست اضافہ کیا گیا ہے، جس میں گلگت بلتستان، آزاد جموں کشمیر، ہمارے Federally Administered Tribal areas اور اس کے علاوہ بلوچستان اور خیبر پختونخوا کے وہ علاقے جو اس وقت متاثر ہیں وہاں پر غریبوں کے لیے job creations کے حوالے سے programmes رکھے گئے ہیں۔

I now come to very important issue کہ جو ٹیکس کا نظام ہے اس کو درست کرنے کے لیے کیا کیا جا رہا ہے۔ اس پر ہمیں کافی تنقید کا بھی سامنا کرنا پڑا ہے لیکن I think the fact should be brought out. ہم نے اس بجٹ میں جو فلسفہ adopt کیا ہے اس میں یہ ہے کہ ایک تو taxes کے نظام کو بالکل simple کیا جائے، ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان میں صرف دو ٹیکس ہوں،

sales tax and income tax اور اس کے علاوہ کوئی ٹیکس نہ ہو، یہ ایک بہت انقلابی فیصلہ ہے، اس جانب ہم نے اس بجٹ میں بڑے قدم اٹھائے ہیں۔

دوسرا ہم چاہتے ہیں کہ جو شریف اور ایماندار لوگ ہیں، جو اس وقت taxes دے رہے ہیں، ان پر اضافی بوجھ نہ ڈالا جائے۔ اضافی بوجھ ان لوگوں پر ڈالا جائے جو بڑے لوگ ہیں، جو اپنی چالاکی یا اپنی national responsibility کو accept نہیں کرنا چاہ رہے ہیں یا جو اپنے اثر و رسوخ کی وجہ سے tax net سے بالکل باہر ہیں، ان کو ٹیکس کے نظام میں لا کر ان revenue کے اہداف کو پورا کیا جائے۔ تیسری چیز ہم چاہتے ہیں کہ revenue بڑھاتے وقت کوشش کریں کے قیمتیں نہ بڑھیں اور ایسی چیزوں پر خصوصی طور پر کوئی ٹیکس نہ ہو یعنی کھانے پینے کی چیزیں، packed or unpacked، جو صحت کے شعبے سے تعلق رکھتی ہیں، جو agricultural produce ہیں، ان تمام چیزوں پر کوئی ٹیکس نہیں لگایا گیا اور نہ ہی لگایا جائے گا۔

ہم نے اس بجٹ میں آسانی پیدا کرنے اور بڑے فیصلے کرنے کے لیے کیا فیصلے کیے۔ جناب چیئرمین! پہلی بات یہ کہ اس ملک میں ایک taxes کا نظام تھا جسے Special Excise Duty کہا جاتا تھا، یہ کئی چیزوں پر لگا ہوا تھا۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ اس ٹیکس کو ہر چیز پر zero کر دیا جائے، اس ٹیکس کو مکمل طور پر ختم کر دیا گیا۔ یہ بہت بڑا قدم ہے۔ دوسری چیز ہم نے دیکھا کہ regulatory duties لگی ہوئی ہیں، 397 اشیاء پر regulatory duties لگی ہوئی ہیں جو کہ کسٹم کے علاوہ ہیں۔ اس پر کافی discussion ہوئی اور آخر کار ہم نے فیصلہ کیا کہ پانچ اشیاء کے سوا ان تمام duties کو ختم کیا جائے، 392 items پر یہ ڈیوٹی ختم کر دی گئی۔ وہ پانچ چیزیں کونسی ہیں، بڑی luxury cars، یورپ اور اٹلی سے bath rooms کے لیے marbles وغیرہ کی جو چیزیں آتی ہیں، سگریٹ، چھالیا اور ammunitions. اس کے علاوہ ہم نے اس کو 392 چیزوں پر صفر کر دیا ہے، with one stroke of the pen. پھر ہم نے دیکھا کہ Federal Excise Duties لگی ہوئی ہیں، ہم نے کہا کہ اس کو دو سال میں مکمل طور پر ختم کرنا ہے، یہ 57 items پر لگی ہوئی تھیں، ہم نے سوچا کہ اگر میں یہ کھوں گا کہ دو سال میں کرنا ہے تو لوگ سمجھیں گے کہ یہ بہانا کر رہے ہیں اور اس سال انہیں کچھ نہیں کرنا۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ اس سال 17 items پر Federal Excise Duty ختم کر دیا جائے اور کچھ چیزوں پر اس کے rates کم کیے جائیں، خاص طور پر جس میں سیمنٹ بھی شامل ہے کیونکہ ہم annual development perogramme بڑھانا چاہ رہے ہیں اور لوگوں کو پیسے دے رہے ہیں کہ وہ اپنے گھر

بنائیں جو کہ سیلاب سے متاثر ہوئے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ سیمنٹ مہنگا نہ ہو۔ ساتھ ہی ساتھ نظام کو آسان کیا جائے۔ جناب چیئر مین! میں نے پچھلے سال اپنی بجٹ تقریر میں کہا تھا کہ اگر Sales Taxes کی مکمل اصلاح کر دی جائے تو میں اس ریٹ کو 15% کروں گا لیکن چونکہ ہم اس کو مکمل طور پر adopt نہیں کر سکے ہیں، ہم اسے 60,70% تک adopt کر چکے ہیں۔ میں نے اپنے وعدے کو سامنے رکھتے ہوئے اسے 17% سے 16% کی اجازت چاہی جو کہ کابینہ نے grant کی اور اس لیے پاکستان کی تمام چیزیں جن پر Sales Tax لگا ہوا ہے اس کے ریٹ میں اس بجٹ میں 17% سے 16% کمی کی گئی ہے۔

جناب چیئر مین! یہ بڑے فیصلے ہیں۔ جن چیزوں پر ٹیکس لگا ہوا تھا ان پر کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا، کسی ٹیکس کے ریٹ میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا۔ میرے خیال میں شاید ہی کوئی ایسا بجٹ پیش ہوا ہو جو اتنا pro-people ہو، جس کا محور عوام ہوں اور ان پر کم بوجھ ڈالا جائے۔ ہم revenue کو بڑھانے کے لیے کیا کر رہے ہیں، ہم نے سوچا کہ لوگوں کی خواہش کے مطابق indirect taxes کی بجائے direct taxes کی جانب جایا جائے۔ اس ملک میں صرف 15لاکھ سے بھی کم لوگ income tax دیتے ہیں، یہ 18,19 یا 20 کروڑ لوگوں کا ملک ہے، اس میں 15لاکھ سے بھی کم لوگ income tax دیتے ہیں۔ ہم بیٹھے اور ہم نے کئی مہینے اس پر سوچا، ہم نے NADRA اور FBR کے ساتھ مل کر ایک پروگرام وضع کیا، جس میں 7 لاکھ لوگوں کی نشاندہی کی گئی۔ میں ان کی خصوصیات آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ نمبر ایک کہ یہ پاکستان کے بہترین addresses میں رہتے ہیں، جیسے different housing societies, F-7 اس طرح کے علاقے۔ نمبر دو ان کے دو سے زیادہ bank accounts ہیں۔ نمبر تین ان کو باہر کے ممالک میں سفر کرنے کا بہت شوق ہے اور یہ تقریباً سال میں 60 دن باہر رہتے ہیں۔ نمبر چار ان کے پاس tax I.D. number ہی نہیں، انہوں نے یہ گوارا تک نہیں کیا کہ tax I.D. number لیں تو ہم نے کہا کہ .we will go after these people جناب چیئر مین! ایسا آج سے پہلے نہیں ہوا۔

سینیٹر عبدالحسیب خان: جناب چیئر مین! یہ اتنی اچھی باتیں کر رہے ہیں اور ہمیں کم از کم ان کو appreciate کرنا چاہیے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: کوئی نہ کوئی تو ڈیسک بجائے۔ میرے خیال میں آپ لوگ تھک گئے ہیں آپ کو نیند آنے لگی ہے۔ حسیب صاحب! شکریہ you are a Businessman and you understand it well. جی شیخ صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالحفیظ شیخ: پاکستانی قوم انشاء اللہ appreciate کرے گی اور میں ان کا بھی شکر گزار ہوں جو appreciate کر رہے ہیں۔ ان سات لاکھ لوگوں میں سے، یہ کوئی سکیم نہیں ہے، یہ کوئی کاغذی کارروائی نہیں ہے۔ ان میں سے تہتر ہزار لوگوں کو نوٹس دیے جاچکے ہیں اور دس ہزار لوگوں کے جوابات بھی موصول ہوئے ہیں اور ایک ہزار لوگوں سے ٹیکس وصول بھی لیا جاچکا ہے۔ ہماری یہ کوشش رہے گی کہ اس سال کے دوران یہ پاکستان کا ایک تاریخی flagship expansion of tax based programme ہوگا اور ہم once for all اس طعنے سے پاکستان کو انشاء اللہ بچائیں گے۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر ڈاکٹر عبدالحفیظ شیخ: جو خود انحصاری کی جانب جانے کی باتیں کرتے ہیں تو خودانحصاری کی طرف جانے کا راستہ فقط ایک ہے کہ آپ خود ٹیکس دیں۔ پہلے خود ٹیکس دیں اور یہ ہم سب پر لاگو ہے، چاہے ہم ان بڑے ایوانوں میں بیٹھے ہوں، بڑے بزنس مین ہوں یا ہم بڑے media movers ہوں یا ہم بڑے agriculturist ہوں۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر ڈاکٹر عبدالحفیظ شیخ: کوئی exceptionalism نہیں ہوسکتا we are all Pakistanis, if we make money above a certain amount then Pakistan demands its share., اب FBR کے بارے میں، میں آپ کو بتاؤں کہ اس سال ہم نے 1588 billion rupees کا revised target رکھا ہے اور ابھی تک لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہ 1530 سے زیادہ collect نہیں کر پائیں گے۔ FBR کے چیئرمین یہاں موجود ہیں، میں روز صبح ان سے یہ سوال کرتا ہوں کہ سلیمان صاحب 1588 billion ہونے چاہئیں and he assures me کہ *sahib* Minister یہ ہوں گے اور اگلے بیس دن میں یہ راز بھی کھل جائے گا۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر ڈاکٹر عبدالحفیظ شیخ: یہ چیزیں چھپائی نہیں جاسکتیں۔ میں آپ کو ایک چیز بتاؤں گا کہ پچھلے سال مئی کے اندر 110 ارب روپے جمع کیے گئے۔ اس سال ہم نے 152 ارب روپے کا ٹارگٹ دیا ہے اور ایک سو ساڑھے باسٹھ ارب روپے ریکارڈ کیے گئے۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر ڈاکٹر عبدالحفیظ شیخ: میرے خیال میں انشاء اللہ، اللہ کی مدد ہوئی اور ہم لوگ اگر مخلصی سے کام کرتے رہے تو یہ 1588 ارب روپے یا اس کے لگ بھگ انشاء اللہ ہوں گے۔ ہم نے اگلے سال کا جو ٹارگٹ رکھا ہے اس میں اپنے آپ کو چیلنج کیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ نئے انداز میں ہم کام کر رہے ہیں اس میں انشاء اللہ public support بھی ملے گی اور لوگوں کی ہمت افزائی بھی ہوگی اور یہ جو ٹارگٹ ہیں، جو اس وقت بڑے مشکل ٹارگٹ لگ رہے ہیں وہ انشاء اللہ achieve ہوں گے۔ ہماری تاریخ میں ایسے بہت سے واقعات ہیں جس میں پاکستان نے جب چاہا ہے تو بڑی مشکل چیزیں کی ہیں۔ what is needed is will, what is needed is determination, what is needed is resolve and of course, organization تو انشاء اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں ہم حتیٰ الامکان کوشش کریں گے کہ آپ کو disappoint نہ کیا جائے کیونکہ پاکستان کے جو بڑے مسائل ہیں جس میں مہنگائی سب سے زیادہ لوگوں کے ذہن میں ہے، اس کا تعلق بنیادی طور پر fiscal deficit سے ہے اور اگلے دو منٹ میں، میں یہ چیز آپ کے سامنے پیش کروں گا کہ ہم کیوں fiscal deficit پر اتنی توجہ دیتے ہیں اور پاکستان کے عوام کو بھی یہ سمجھنا چاہیے کیونکہ fiscal deficit وہ نمبر ہے جو حکومت کی آمدنی اور اس کے اخراجات کے درمیان جو gap ہے وہ بنتا ہے۔ جب تک حکومت اپنے اخراجات کو کم نہیں کرے گی اور اپنی آمدنی کو نہ بڑھائے گی تو یہ gap کم نہیں ہوگا۔ جب یہ gap کم نہ ہوگا تو ہمیں borrow کرنا پڑے گا اور جب حکومت کو قرضے لینے پڑتے ہیں تو اس سے مہنگائی میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہم سب سے بڑی جو محنت کر رہے ہیں، سب سے زیادہ جو کوشش کر رہے ہیں مہنگائی کم کرنے کی وہ بجٹ کے اندر fiscal deficit کو کم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہم نے آنے والے سال میں اس کا نمبر 4% پر رکھا ہے اور اگر ہم وہ کر پائے اور ہم نے جو دوسرے فیصلے لیے ہیں جو آخری point پر میں آرہا ہوں کہ آخرکار جو ملک ہے اس کی معیشت کو بڑھانے میں حکومت کا کردار پالیسی بنانا اور regulation بنانا ہوتا ہے۔ حکومت کا کام ہوتا ہے کہ وہ اداروں کو چلنے دے اور پاکستان کے اندر اس

وقت ایک ایسا دور آیا ہے کہ ادارے چل رہے ہیں we have the courts which are functioning, we have the media that is functioning, we have a state bank of Pakistan جو کہ مانیٹری پالیسی بنانے میں مکمل طور پر آزاد ہے we have regulatory authorities جو کہ مختلف چیزوں کی ، سیکٹرز کی regulation کر رہی ہیں we have the Monopoly Commission of Pakistan جس کا role ہے کہ وہ cartels کو check کرے اور جہاں تک پاکستان میں business activities ہیں، جہاں تک پاکستان میں job creation ہے اس کے لیے ہمیں اپنے private sectors پر انحصار کرنا ہوگا۔ اس بجٹ میں private sector کو incentive دینے کے کئی فیصلے کیے گئے ہیں۔ اگر پرائیویٹ سیکٹر اپنی equity سے کوئی بھی economic activity شروع کرتا ہے تو ان کو پانچ سال تک کی tax holiday ہے۔ so, any private sector if they come and participate at any new venture in the economy تو ان کو پانچ سال تک ٹیکس کی چھوٹ ہو گی۔ یہ اس بجٹ میں ڈالا گیا ہے۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر ڈاکٹر عبدالحفیظ شیخ: Similarly اگر آپ اپنے کو enlist کریں میرے خیال میں ------

(اس موقع پر پریس گیلری سے صحافی باہر نکل گئے)

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ continue کریں they are all going out for the "Dherna" ہمارے پریس والوں نے تین بجے پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے دھرنا دینا ہے۔ میرا خیال ہے وہ بعد میں take up کریں گے۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: یہ بات بھی ریکارڈ پر آنی چاہیے کہ پریس نے walk out کیوں کیا ہے؟

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ صبح کو نہیں تھے we have done work on it. صفدر عباسی صاحب صبح کو ہم نے اس پر بات کی ہے۔ we know it صبح کو ہم اسی پر بحث کرتے رہے ہیں اور we have already recorded it. صفدر عباسی صاحب سنیں we have

جی آپ already recoded it and we are with our journalist friends. continue کریں we are with our journalist friends and the Senate of Pakistan has already announced that this morning. It is a pro-media Government and favourably چیز ہو گی انشاءاللہ مخدوم صاحب بھی ضرور اس پر comment کریں گے۔ جی۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالحفیظ شیخ: چیئرمین صاحب! آخری پوائنٹ جو کہ اس ملک میں بہت discuss کیا جا رہا ہے اور یہاں پر بھی لایا گیا، وہ agriculture income tax کا issue ہے۔ میرے خیال میں اس ملک میں ایک discussion چل رہی ہے کہ ہر پاکستانی خواہ اس کی آمدنی کا ذریعہ کوئی بھی ہو، چاہے service ہو، چاہے کارخانہ ہو، چاہے زراعت ہو، ہمیں ان کو ایک نظر سے treat کرنا چاہیے۔ اس معاملے میں جو Federal Government کی position ہے، جو پرائم منسٹر صاحب نے Council of Common Interest میں بھی کہی اور جو ہم کہہ رہے ہیں کہ اصولی طور پر ہم اس موقف کے حق میں ہیں کہ everybody irrespective of the source of income must pay their share in the national resource mobilization. ساتھ ہی ساتھ پاکستان ایک دستور کے تحت چل رہا ہے اور اس دستور میں ذمہ داریاں بانٹی ہوئی ہیں۔ کچھ ذمہ داریاں، کچھ taxes لگانے کی ذمہ داری Federal Government کو ہے، کچھ provincial governments کو ہے اور کچھ local governments کو ہے۔ ہم اس چیز کا بھی احترام کرتے ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ Agriculture Income Tax چونکہ دستور میں ایک صوبائی ذمہ داری ہے، یہ ذمہ داری انہیں نبھانی چاہیے اور جو پبلک کی طرف سے مطالبات ہیں کہ اس کو بہتر انداز میں لگایا اور collect کیا جائے۔

I think as people's governments, they will be as responsive and as sensitive as we are. We should, *Insha-Allah*, hope that there will be progress on this front as well.

At the end, let me just once again conclude by thanking the honourable Members of the Senate and the Members of the Finance Committee.

(Desk thumping)

Mr. Acting Chairman: Thank you very much.

(At this point, the Prime Minister of Pakistan left the House)

Should we take up جناب قائم مقام چیئرمین: ابھی تھوڑی سی کارروائی کر لیں۔
یہ پندرہ بیس some business now? Item No.2, Col. Mashhadi is around.
We can finish it. Please move Item No.2. منٹ کی کارروائی ہے

Condonation of Delay and Presentation of Report

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: I, the Chairman, Committee on Rules of Procedure and Privileges, move that under sub-rule (1) of rule 171 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, the delay in presentation of report of the Committee on the Privilege Motion moved by Senator Muhammad Jahangir Bader on his behalf and on behalf of Senators Abdul Ghaffar Qureshi, Mr. Haroon Khan and Mr. Naeem Hussain Chattha for not attending the meeting of the Senate Standing Committee on Sports by the Chief Secretary Punjab and others, be condoned till today.

Mr. Acting Chairman: I put the motion to the House.

(The motion was carried)

Mr. Acting Chairman: Item No.3 may kindly be moved by Col. Tahir Mashhadi *sahib*.

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Thank you Sir. I, the Chairman, Committee on Rules of Procedure and Privileges, present the preliminary report of the Committee on the Privilege Motion moved by Senator Muhammad Jahangir Bader on his behalf and on behalf of Senators Abdul Ghaffar Qureshi, Mr. Haroon Khan and Mr. Naeem Hussain Chattha for not attending the meeting of the Senate Standing Committee on Sports by the Chief Secretary Punjab and others.

Mr. Acting Chairman: Report stands presented. Mr. Moula Baksh Chandio, Minister for Law and Justice and Parliamentary Affairs may move Item No.4.

Senator Moula Baksh Chandio (Federal Minister for Law and Justice and Parliamentary Affairs): Thank you sir. I beg to lay before the Senate the National University of Modern Languages (Amendment) Ordinance, 2011 (Ordinance No. I of 2011) as required by clause (2) of Article 89 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan.

Mr. Acting Chairman: The Ordinance stands laid. Now, the House is adjourned to meet tomorrow at 10:30 am.

[The House was then adjourned to meet again on Thursday, 16th June, 2011 at 10:30 am]